عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۴ | ۸تا۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مطابق ۸تا۱۵؍فروری ۲۰۲۵ء | شمارہ: ۶

شیخ الحدیث مولانا
عطاء الرحمٰن بہاولپوری
کا وصال

شبِ برأت کی فضیلت

برکت کیا ہوتی ہے؟

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org
www.amtkn.com
Email: editorkn@yahoo.com

تین طلاق کا حکم

س:......میری شادی کو پانچ سال سے زائد کا عرصہ ہوگیا ہے۔ اس دوران نہ میرا ولیمہ کیا گیا، بلکہ ساس صاحبہ نے سسرال میں رہنا حرام کردیا۔ نکاح میں دیئے گئے زیورات شادی کے دو ماہ بعد ہی واپس لے لئے گئے۔ ظلم، گالیاں ہر طرح سے اذیت دی گئی، پھر گھر سے نکال دیا گیا، عرصہ تین سال سے میں اپنے شوہر کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہ رہی تھی۔ ظاہر ہے مالی پریشانیاں تھیں۔

۱۵؍جنوری ۲۰۲۵ء کو میرے شوہر سے میری معمولی بات پر لڑائی ہوئی اور مجھے غصہ آیا، جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ اب میں جارہی ہوں اب خلع ہوگا، اب طلاق ہوگی۔

تو میرے شوہر جو فطرتاً لڑاکو، جھگڑالو ہیں، انہوں نے میرے الفاظ سن کر مجھے تین دفعہ طلاق، طلاق، طلاق بولا۔ لیکن نہ اپنا نام لیا، نہ میرا نام لیا۔ نہ یہ کہا کہ میں دیتا ہوں یا میں نے دی، بس یہ الفاظ بولے تو کیا طلاق ہوگئی ہے؟ راہنمائی فرمائیں۔

ج:......صورت مسؤلہ میں میاں، بیوی کے جھگڑے کے دوران سائلہ نے طلاق لینے کی دھمکی دی تو جواب میں اس کے شوہر نے اسے تین دفعہ طلاق، طلاق، طلاق کے الفاظ کہہ دیئے۔ لہٰذا سائلہ کے شوہر نے جیسے ہی اپنی بیوی کو یہ مذکورہ الفاظ کہے، اسی وقت اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں اور بیوی شوہر پر حرمتِ مغلظہ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ آئندہ ان کے درمیان کوئی صلح یا رجوع نہیں ہوسکتا۔ مطلقہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے، دوسرا شخص بھی نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرنے کے بعد خود ہی طلاق دے دے یا اس کا انتقال ہوجائے تو یہ اس کی عدت گزارے، عدت پوری کرنے کے بعد اب یہ عورت چاہے تو کسی اور شخص سے نکاح کرلے چاہے تو پہلے شوہر سے نکاح کرلے، کیونکہ اب یہ اس کے لئے حلال ہوچکی ہے۔ اس کے بغیر شوہر اول سے کسی صورت نکاح نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة و ثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً و یدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذافی الهدایة۔“ (فتاویٰ عالمگیری،ص:۴۷۳،ج:۱)

فرض حج میں تاخیر نہ کریں

س:.... اگر کسی شخص پر حج فرض ہو اور ضعیف والدہ کی خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو کیا اس کو حج پر جانا چاہئے؟ بہنیں ہیں لیکن وہ سب شادی شدہ ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں ہیں۔

ج:.... جس پر حج فرض ہوجائے اگر اسے کوئی شرعی عذر نہ ہو تو حج فوراً کرلینا چاہئے بلا عذر تاخیر کرنا گناہ ہے۔ صورت مسؤلہ میں اگر آپ پر حج فرض ہے تو فوراً ادا کرلینا چاہئے۔ والدہ کی خدمت کے لئے آپ کی بہنیں موجود ہیں، انہیں تعاون کرنا چاہئے تاکہ آپ کا حج ادا ہوجائے، اگر کوئی بھی صورت نہ بن سکے تو پھر تاخیر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۴ ۔ ۸ تا ۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مطابق ۸ تا ۱۵ر فروری ۲۰۲۵ء ۔ شمارہ: ۶

اس شمارے میں!

شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰنؒ کا وصال	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
شب برأت کی فضیلت	۷	مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی
عالمی تبلیغی جماعت... مختصر تعارف (۲)	۱۰	مولانا محمد منظور نعمانیؒ، لکھنؤ
برکت کیا ہوتی ہے؟	۱۴	مولانا محمد ثناء الرحمٰن
مسئلہ فلسطین... ماضی، حال اور مستقبل (۲)	۱۶	مولوی محمد احمد بن حافظ عبدالمالک
فتنوں کے زمانہ میں ایمان کی اہمیت (۲)	۱۹	مولانا حفظ الرحمٰن خان دہلوی
قادیانیوں کے دو مغالطوں کا جائزہ	۲۴	حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

سرپرست
حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۱۱۲ فصل:.... ۳ ہجری کے سرایا

۶۴:.... اسی سال غزوۂ اُحد سے فارغ ہونے کے ایک دن بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حمراء الاسد کے لئے نکلے تو کفارِ قریش کا خیال تھا کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو میدانِ اُحد میں قتل و ہزیمت لاحق ہوئی ہے، اس لئے وہ اب جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کبھی ساتھ نہیں دیں گے، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حمراء الاسد کے لئے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص کو جنگ کی منادی کے لئے بھیجا، اور تمام صحابہؓ زخم اور ماندگی کے علی الرغم، ایک دم جنگ کے لئے تیار ہو کر نکل کھڑے ہوئے، اللہ ربّ العزّت نے ان حضرات کی مدح فرمائی اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی: ”اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ، لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔“ (آل عمران: ۱۷۲)

ترجمہ:.... ”جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا، ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثوابِ عظیم ہے۔“

۶۵:.... اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو لے کر غزوۂ حمراء الاسد کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا تو کفار نے نعیم بن مسعود اشجعی کو مسلمانوں کے پاس بھیجا تاکہ انہیں میدانِ جنگ میں اُترنے کے خطرناک نتائج سے ڈرائے اور انہیں بتائے کہ ان کافر لوگوں نے تمہارے مقابلے کے لئے بہت سے لشکر اور اسلحہ جمع کر رکھا ہے، لہٰذا ان سے ڈرو، ابھی کل ہی تمہیں جنگِ اُحد میں بُری طرح کی شکست ہوئی ہے؟ اور اگر اب کے تم نے ان کے مقابلے میں آنے کی غلطی کی تو بدترین شکست سے دوچار ہوگے۔ چنانچہ نعیم مسلمانوں کے ہاں پہنچا اور انہیں اس خطرے سے آگاہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے جواب دیا: ”حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ“ (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی توصیف و تحسین فرمائی اور ان کے حق میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

”اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ، فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ، فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ۔“ (آل عمران: ۱۷۳، ۱۷۴)

ترجمہ:.... ”یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ: ان لوگوں نے تمہارے (مقابلے) کے لئے سامان جمع کیا ہے، سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہئے، تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ: ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی۔“

(بیان القرآن)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں غزوۂ بدرِ صغریٰ سے کچھ قبل نعیم بن مسعود اشجعی کے قصے میں اس وقت نازل ہوئیں جب ابوسفیان نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ڈرانے دھمکانے اور لشکرِ قریش کے بکثرت جمع ہونے کی اطلاع کے لئے بھیجا تھا، اور نعیم نے صحابہ کرامؓ سے آ کر کہا تھا کہ یہ سب لوگ تمہارے مقابلے کے لئے جمع ہیں، ان سے خطرہ محسوس کرو۔ اور اس موقع پر صحابہؓ نے مذکورہ بالا جواب دیا تھا، اور اسی موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ (جاری ہے)

ادار یہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰنؒ بہاولپوری کا وصال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۱۰/جنوری ۲۰۲۵ء کو مولانا عطاء الرحمٰن بہاول پور میں دل کے عارضہ سے انتقال فرمائے عالمِ آخرت ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوری کو ۷ ۱۹۴ء میں قدرت حق تعالیٰ نے صاحبزادہ عنایت کیا جس کا نام عطاء الرحمٰن رکھا گیا۔

عرب کے جرنیل محمد بن قاسم سرزمین عرب سے بسلسلہ جہاد ملتان تشریف لائے۔ حق تعالیٰ نے ملتان کو ان کے ہاتھوں اسلامی سلطنت کا شرف نصیب کیا۔ تب آپ کے ساتھ ۱۲ ہزار کی فوج میں ۶ ہزار فوجی عرب کے قبیلہ بنو تمیم میں سے تھے۔ (خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبرؓ بھی تمیمی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے) ملتان کی فتح کے بعد حضرت محمد بن قاسمؒ تو واپس حجاز مقدس چلے گئے۔ مگر پوری فوج اسی خطہ میں رہی۔ یہی بنو تمیم اس خطہ میں آگے چل کر تھہیم کہلائے۔ مولانا محمد شریف بہاول پوری تھہیم برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ کوئلہ چاکر نزد لودھراں میں ان کی رہائش تھی۔ جامعہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ سرائیکی زبان کی خطابت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کہلانے کے مستحق تھے۔ مجلس احرار اسلام کے رہنماء تھے۔ ملک کی آزادی کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

جنوری ۹ ۱۹۴ء میں حضرت امیر شریعتؒ اور ان کے جن گرامی قدر رفقاء نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی، ان میں مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ بھی شامل تھے جو بعد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کے صاحبزادہ عطاء الرحمٰن نے جامعہ سراج العلوم لودھراں، دارالعلوم کبیروالا میں دینی تعلیم حاصل کی۔ کبیروالا سے ہی ۱۹۶۵ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ پھر والد گرامی مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کی خواہش پر خیر العلماء والصلحاء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے قائم کردہ جامعہ خیر المدارس سے دوسری مرتبہ دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ بہاول پور دارالعلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن کے ناظم اعلیٰ آپ کے چچازاد بھائی اور برادر نسبتی مولانا غلام مصطفیٰ بہاول پوری مرحوم تھے۔ ۱۹۶۶ء میں وہ مولانا عطاء الرحمٰن کو بہاول پور دارالعلوم مدنیہ میں کتب کے ابتدائی درجہ میں بطور استاذ کھینچ لائے۔

مولانا عطاء الرحمٰن نے حضرت مولانا عبدالخالق صاحب، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق، مولانا علی محمد، مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا صوفی محمد سرور، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا حبیب اللہ گمانوی

(مدرسہ انوریہ طاہروالی) اور شیخ طریقت مولانا محمد عبداللہ بہلوی شجاع آبادی رحہم اللہ سے کسب فیض کیا تھا اور یہ تمام حضرات اپنے زمانہ کے نامور اکابر علماء اور یادگار علمی شخصیات تھیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان کی صحبت سے مولانا عطاء الرحمٰن نے علم دین حاصل کیا تھا۔ دارالعلوم مدنیہ میں آپ نے پڑھانا کیا شروع کیا کہ ”کریماونام حق سے بخاری شریف تک پورا درس نظامی بار بار پڑھا ڈالا۔ استاذ سے ناظم تعلیمات، شیخ الحدیث اور اہتمام کے مناصب کو عزت بخشی۔

آپ تمام معقولی ومنقولی علوم کے ماہر فن استاذ تھے۔ آپ کی پڑھائی اور طلباء پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر طالب علم آپ کو اپنے باپ جیسا شفیق سمجھتا تھا۔ اس سے آپ کی ہر دلعزیزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی امانت وریاضت، کفایت شعاری اپنی مثال آپ تھی۔ مدرسہ کے معاونین واساتذہ اور طلباء آپ کی ان خوبیوں کے باعث آپ پر جان چھڑکتے تھے۔

آپ کی سادگی سیدنا ابوذر غفاریؓ کی سادگی کا پرتو لئے ہوئے تھی جو اپنی مثال آپ تھی۔ آپ کے زمانہ اہتمام میں دارالعلوم مدنیہ نے تعلیم وتعمیرات کے میدان میں وہ حیران کن مراحل مختصر مدت میں طے کئے جو جامعہ کی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔

جامعہ کی ایک ایک اینٹ، جامعہ کے اساتذہ کے اسباق کا ایک ایک ورق اور طلباء کرام کے جامعہ میں ہر ہر قدم ہی نہیں بلکہ ہر ہر سانس پر ان کی نظرِ شفقت تھی۔ آپ کی انہی خوبیوں نے جامعہ کو تعلیم وتعمیر اور تربیت کے حوالہ سے ملک کا ایک نامور ادارہ بنادیا تھا۔ آپ کو قدرت نے خوبیوں کا پیکر بنایا تھا۔ آپ کی زندگی سراپا نیکی اور خیر وبرکت تھی۔ ان کا وجود اہل دین کے لئے انعام الٰہی تھا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو دنیا میں جنت کمانے کے لئے آتے ہیں۔ وہ اس دور کے انسان تھے لیکن ان کی خوبیاں اسلاف کی یادوں کی بارات تھیں۔ آپ تمام دینی جماعتوں بلکہ دین کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کے لئے غائبانہ دعا گو اور قدردان تھے۔ بہاول پور میں ان کا وجود اکابر کا بدل تھا اور خود بھی ان کی روایات کے امین تھے۔

عالم باعمل، کامیاب مدرس، بہترین شفیق استاذ، صاحب وصائب الرائے، بیدار مغز، معاملہ فہم وصلح وآشتی کے خوگر، خلقِ خدا کے لئے سراپا مہربان، حق وانصاف کے علمبردار، سچ وعدل کے پیکر تھے۔ وہ اس دنیا میں رہے لیکن اپنے دامن کو دنیا کی آلودگی سے ایسا بچا کر رکھا کہ ”کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل“ (بخاری:۶۴۱۶) کا مصداق نظر آتے تھے۔

اس وقت وہ مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور کے امیر بھی تھے۔ دل کی تکلیف بہانہ بنی۔ انہوں نے دامن جھاڑا، قدم اٹھایا اور دوسرا قدم دوسرے جہان میں جا رکھا، جس نے ان کی وفات کا سنا سراپا حیرت ہوگیا۔ جمعرات کو اپنے جامعہ کی ختم بخاری کی تقریب میں عصر سے قبل آخری سبق پڑھایا۔ رات جیسے تیسے کاٹی، جمعہ فجر کے وقت رب کریم کی رحمتوں کے جلو میں چلے گئے۔ عشاء کے بعد جنازہ آپ کے برادر گرامی قدر مولانا ابوبکر سعید الرحمٰن سینئر مفتی دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی اقتداء میں پڑھایا گیا۔ اپنے والد گرامی کے پہلو میں محوِ استراحت ہوئے۔ دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے مہتمم آپ کے تربیت یافتہ مولانا محمد خبیب مقرر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ سب کے کاموں میں برکت نصیب فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

شبِ برأت کی فضیلت

مولانا مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، کراچی

حق تعالیٰ شانہ اپنے بندوں پر بڑے ہی مہربان اور کریم ہیں۔ خصوصاً اپنے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر اس قدر مہربان اور شفیق ہیں کہ انہیں کم عرصہ میں زیادہ سے زیادہ اجر وثواب دینے کے لئے بعض اہم مواقع، قیمتی دن اور راتیں عنایت فرمائی ہیں جیسے دنوں میں جمعۃ المبارک کا دن اور عرفہ کا دن اجر وثواب کے اعتبار سے بڑی فضیلت والا دن ہے اور راتوں میں فضیلت والی راتیں لیلۃ المعراج، لیلۃ البرأت اور لیلۃ القدر ہیں۔ انہی تین راتوں کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے تین مہینوں رجب، شعبان اور رمضان کو بھی فضیلت عطا فرمائی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”الرجب شهری والشعبان شهر الله والرمضان شهر امتی۔“

ترجمہ: ”رجب میرا مہینہ ہے، شعبان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور رمضان المبارک میری امت کا مہینہ ہے۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”شعبان کی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہے، جیسے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر میری فضیلت ہے اور رمضان المبارک کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کائنات پر حق تعالیٰ شانہ کی فضیلت ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جونہی رجب کا چاند دیکھتے تو یہ دعا فرماتے تھے: ”اللّٰهم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلّغنا رمضان۔“

اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان تک پہنچا۔

غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ جس طرح زمین پر مسلمانوں کی دو عیدیں ہوتی ہیں، اسی طرح آسمان پر فرشتوں کی بھی دو عیدیں ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی دو عیدیں شبِ برأت اور شبِ قدر میں ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی رات میں اس لئے عیدیں ہوتی ہیں کہ وہ سوتے نہیں اور ساری رات عبادت میں گزارتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا کہ: تم جانتی ہو کہ اس رات میں (شبِ برأت) کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (مجھے تو معلوم نہیں، آپ ہی بتادیں) کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے والا ہوتا ہے، اس رات میں لکھدیا جاتا ہے۔ اور بنی آدم میں سے ہر وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس رات میں بندوں کے اعمال اٹھالئے جاتے ہیں اور اسی رات بندوں کے رزق اترتے ہیں۔ (البیہقی)

اسی مضمون کو سورۃ الدخان کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے: ”فیها یفرق کل امر حکیم۔ امراً من عندنا انّا کنّا مرسلین“ (اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری طرف سے حکم (صادر) ہو کر طے کیا جاتا ہے)۔ یعنی سال بھر کے معاملات جو اللہ کی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں، جس طرح اللہ کو انجام دینے منظور ہوتے ہیں متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ شعبان کی پندرھویں شب میں سال بھر کے تمام امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ موت و حیات، نکاح اور طلاق، خوشی و غمی، امارت وغربت، عزت و ذلت، عروج و زوال غرضیکہ بندوں کی قسمت سے متعلق تمام امور طے کئے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں آرام فرما تھے۔ رات کے کسی حصہ میں میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حجرے میں موجود نہ پایا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلی۔ یہاں تک کہ آپ کی تلاش میں جنت البقیع میں پہنچ گئی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پروردگار سے اپنی امت کی بخشش کی دعا مانگ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ: عائشہؓ! تجھے معلوم ہے آج کونسی رات ہے؟ آپؓ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج شعبان المعظم کی پندرہویں شب (شبِ برأت) ہے۔ یہ اتنی رحمتوں اور برکتوں والی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ شانہ قبیلہ بنوکلب کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر گناہگاروں کو بخش دیتے ہیں (اس زمانہ میں قبیلہ بنوکلب کی بھیڑ بکریاں تمام عرب قبائل سے تعداد میں زیادہ ہوا کرتی تھیں)۔ مگر اس رات میں اللہ تعالیٰ مشرکین، کینہ پرور، رشتے ناطے توڑنے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شرابی کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”ان اللہ تعالی لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان۔“ اللہ تعالیٰ شانہ شعبان کی پندرھویں رات میں اپنی رحمت خاصہ کا اظہار فرماتے ہیں۔ سوائے مشرک اور کینہ پرور کے تمام گناہگاروں کو معاف فرمادیتے ہیں۔

(ابن حبان، البیہقی)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس مبارک رات میں دس قسم کے انسانوں کی بخشش نہیں ہوتی: (۱) مشرک، (۲) کینہ پرور، (۳) والدین کا نافرمان، (۴) کاہن، (۵) ذخیرہ اندوزی کرنے والا، (۶) سود کھانے والا، (۷) شرابی، (۸) چغل خور، (۹) زانی، (۱۰) گستاخِ رسول۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کیا کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کردی جائے، کیا کوئی ہے رزق مانگنے والا اس کو رزق دے دیا جائے۔ اس وقت جو مانگتا ہے اس کو ملتا ہے سوائے بدکار عورت اور مشرک کے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کی پندرہویں شب ہو تو قیام کرو ”قوموا لیلھا“ اور اس کے دن کا روزہ رکھو ”وصوموا نہارھا۔“ (ابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے پانچ راتوں کو زندہ رکھا، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی: (۱) آٹھویں ذوالحجہ کی رات، (۲) یومِ عرفہ کی رات، (۳) عیدالفطر کی رات، (۴) عیدالاضحیٰ کی رات، (۵) ۱۵/ شعبان المعظم (شبِ برأت) کی رات۔

علامہ علاؤالدین الحصکفی حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ سفر میں جاتے وقت اور واپس آکر دو رکعت پڑھنا اور عیدین کی رات میں، شعبان کی پندرہویں شب میں، رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں شبِ بیداری کرنا مستحب ہے۔ (الدر المختار)

علامہ حسن بن عمارؒ حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ شعبان کی پندرھویں شب بیداری کرنا مستحب ہے۔ (نورالایضاح)

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ نے شبِ برأت کے بارے میں فرمایا کہ اس رات میں کرنے کے دو کام ہیں: (۱) جہاں تک ممکن ہوسکے عبادت کریں، قرآن مجید کی تلاوت کریں، نماز یعنی نوافل پڑھنا سب سے افضل ہے۔ ذکر اذکار، تسبیحات پڑھنا بھی درست ہے۔ غرضیکہ جتنا وقت بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں گزار سکتے ہو گزارو اور اگر سونے کا تقاضا ہو تو سو جاؤ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ لازمی پڑھو۔ (۲) چونکہ یہ رات مانگنے کی ہے تو خوب اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے، مانگنا کیا ہے؟ ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات آسمانِ دنیا پر آکر اعلان کرتے ہیں: ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کردی جائے۔ ہے کوئی محتاج (رزق چاہنے والا) اس کو رزق دے دیا جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ شانہ سے یہ تمام چیزیں اور عافیت مانگی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی ہیں جتنا چاہے لے لو۔ (اصلاحی مواعظ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کی پندرہویں شب جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمان مردوں، عورتوں اور شہداء کے لئے دعائے مغفرت کررہے تھے۔

اس روایت کے ضمن میں علماء کرام کی مختلف آراء ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا: ’’اس دن میں روزہ رکھنا، اس رات میں جاگنا، اپنی حاجت طلب کرنا، مُردوں کے لئے دعا کرنا مستحب ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ مُردوں کو اسی طریق پر نفع پہنچاؤ، جس طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ یعنی عشاء کے بعد قبرستان میں جاکر مُردوں کے لئے دعا کرو، پڑھو کر بخشو، مگر فرداً فرداً جماعتیں بنا کر مت جاؤ اس کو تہوار نہ بناؤ۔‘‘

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک روایت سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے، اس لئے مسلمان اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ شبِ برأت میں قبرستان جائیں۔ لیکن میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک بڑی کام کی بات فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے۔ فرماتے تھے: ’’جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس درجہ میں ثابت ہو اسی درجہ میں اسے رکھنا چاہئے۔ اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ساری زندگی میں ایک مرتبہ جنت البقیع جانا مروی ہے، لہٰذا تم بھی زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہر سال شبِ برأت میں جانے کا اہتمام کرنا اور اس کو لازم سمجھنا اور التزام کرنا، اس کو شبِ برأت کا حصہ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ اس کے بغیر شبِ برأت نہیں ہوئی، یہ اس کو اس کے درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے، اگر کبھی ایک مرتبہ بھی اس نیت سے قبرستان چلا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے، میں بھی اتباع میں جارہا ہوں تو انشاء اللہ اجر وثواب ملے گا، لیکن اس کے ساتھ یہ کرو کہ کبھی نہ بھی جاؤ۔‘‘ (اصلاحی خطبات، ج:۴)

افسوس کہ اس رات کی سعادتیں اور برکتیں سمیٹنے کی بجائے ہمارے معاشرے میں ایسی ایسی رسومات اور بدعات نے جگہ لے لی ہے کہ عبادت کے لئے وقت کم اور رسومات کے لئے زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ جیسے باجماعت نوافل یا صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا اہتمام کرنا۔ اجتماعی طور پر کھانے پینے کے انتظام کا اہتمام کرنا، مساجد اور گھروں میں چراغاں کرنا، شبِ برأت میں خصوصی طور پر حلوہ، شیرینی تقسیم کرنا۔

آتش بازی کی رسم تو گویا شبِ برأت کی علامت و نشانی بن چکی ہے۔ جونہی سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے آتش بازی کی آوازیں فضا میں گونجنا شروع ہوجاتی ہیں۔ ہر سال آتش بازی سے محفوظ رہنے کے لئے انتظامیہ کی طرف سے کوشش بھی کی جاتی ہے، لیکن اس وبا سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ اس لعنت سے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ ہے کہ مساجد میں اجتماعی طور پر حفاظت کے لئے بار بار ترغیب دی جائے۔ دکانداروں اور والدین کو اس کی قباحت سے آگاہ کیا جائے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں زندگی کے قیمتی لحات کی قدر دانی نصیب فرمائے۔ آمین، ثم آمین یا الٰہ العالمین۔☆☆

عالمی کفریہ ایجنڈے کے مطابق منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو پروموٹ کیا جارہا ہے

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عقیدہ رسالت وختم نبوت اسلام کی روح ہے اور عقیدہ ختم نبوت میں ذراسی تشکیک حالت کفر وارتداد تک لے جاتی ہے۔ آخری قادیانی تک دعوت اسلام کا فریضہ دہراتے رہیں گے۔ ان خیالات کا اظہار مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں، علماء کرام، مبلغین نے خطبات جمعہ میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ چودہ صدیوں سے مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی ورسول پیدا نہ ہوگا اور عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرنے والے افراد یا گروہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا عبدالنعیم، مولانا عبدالعزیز، مولانا محمد حمزہ، مولانا مقصود الوری، مولانا سمیع اللہ، مولانا طاہر مجید، مولانا مہتاب فاروق نے کہا کہ عالمی کفریہ ایجنڈے کے مطابق منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو پروموٹ کیا جارہا ہے، لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا شعبہ دعوت وتبلیغ اپنے پورے جوش وجذبہ کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور قادیانی شاطرانہ انداز میں جس طرح دنیا کو دھوکا دیتے ہیں اس کو بے نقاب کرنے میں مصروف عمل ہے۔

دعوت و تبلیغ کے میدان میں

عالمی تبلیغی جماعت..... مختصر تعارف

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ، لکھنؤ

دوسری قسط

اس کے بعد وہ تو لوٹ گئے لیکن ابوطالب کو اپنی قوم سے جدائی اور ان سے دشمنی بہت مشکل تھی اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کرنے اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑنے کو بھی دل گوارا نہ تھا۔ اس کے بعد ابوطالب نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور کہا: اے میرے بھتیجے! تمہاری قوم میرے پاس آئی تھی اور انہوں نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کیں اور وہ باتیں بیان کیں جو انہوں نے ان سے کہی تھیں پس مجھ پر بھی رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کرو اور مجھ پر ایسا بار نہ ڈالو جس کو میں برداشت نہ کر سکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے خیال فرمایا کہ آپ ﷺ کے چچا کی کچھ ایسی رائے ہوگئی ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی امداد ترک کر دیں گے اور آپ ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں گے اور اب وہ آپ ﷺ کی امداد اور حمایت سے عاجز ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یَا عَمِّ! وَاللّٰہِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِیْ یَمِیْنِیْ وَالْقَمَرَ فِیْ یَسَارِیْ عَلٰی اَنْ اَتْرُکَ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یُظْھِرَہُ اللّٰہُ اَوْ اَھْلِکَ فِیْہِ مَا تَرَکْتُہٗ۔“ (ایضاً)

ترجمہ: ”چچا جان، واللہ! اگر میرے دائیں جانب سورج اور بائیں جانب چاند رکھ دیں کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اس کو غلبہ دے دیں یا میں مر جاؤں تو بھی اسے نہ چھوڑوں گا۔“

یہ کہنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ ﷺ آبدیدہ ہوئے پھر آپ ﷺ وہاں سے کھڑے ہو کر واپس ہو گئے تو ابوطالب نے آپ ﷺ کو پکارا اور کہا: اے میرے بھتیجے! ادھر آؤ، جاؤ اور جو چاہو کہو۔ اللہ کی قسم کسی صورت میں تمہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔

جب قریش نے یہ سمجھ لیا کہ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کی امداد نہ دینے سے بھی انکار کر دیا اور آپ کو ان کے حوالہ کرنے سے بھی اور اس معاملے میں ان سب سے الگ ہو جانے اور ان سب کی مخالفت پر ان کا عزم مصمم دیکھا تو عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو لے کر ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ابوطالب! یہ قریش کا سب سے بانکا اور خوبصورت نوجوان ہے۔ آپ اسے لے لیں، اس کی دیت اور نصرت کے آپ حقدار ہوں گے، آپ اسے اپنا لڑکا بنالیں، یہ آپ کا ہوگا اور آپ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں جس نے آپ کے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے، آپ کی قوم کا شیرازہ منتشر کر رکھا ہے اور ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار بتلایا ہے۔ ہم اسے قتل کریں گے۔ بس یہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کا حساب ہے۔

ابوطالب نے کہا: واللہ! تم کتنا برا معاملہ میرے ساتھ کر رہے ہو کیا تم مجھے اپنا لڑکا اس لئے دے رہے ہو کہ میں اسے تمہاری خاطر کھلاؤں پلاؤں اور تمہیں اپنا لڑکا دے دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ واللہ! یہ تو ایسی بات ہے کہ کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔ (مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، 1995ء، ص140)

قریش کا ظلم و جور:

ابوطالب نے جب قریش کا ساتھ نہیں دیا، تو اس کے بعد معاملے نے شدت اختیار کر لی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ان افراد کے خلاف جنہوں نے آپ کے ساتھ اسلام اختیار کر لیا تھا اور قریش کے قبیلوں میں رہا کرتے تھے قریش نے ایک دوسرے کو ابھارا تو ہر ایک قبیلہ اپنے مسلمانوں پر پل پڑا اور وہ انہیں ایذائیں دینے لگے اور ان کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی تدبیریں کرنے لگے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے چچا ابوطالب کی سبب سے محفوظ رکھا۔ قریش نے جب دیکھا کہ مذکورہ کاروائیاں اسلامی دعوت کی راہ روکنے میں مؤثر ثابت نہیں ہو رہی ہیں تو ایک بار پھر جمع ہوئے۔ ”قریش مکہ نے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر جو جور و ستم کئے تھے، اسے ہنوز ناکافی سمجھا، اس لئے بجائے متفرق کوششوں کے باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔ ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا امیر مجلس ابولہب تھا اور مکہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے۔" (منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ج1، ص43)

قریش کی اس کمیٹی نے باہمی مشورے اور غور وخوض کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ایک فیصلہ کن قرارداد منظور کی۔ یعنی یہ طے کیا کہ اسلام کی مخالفت، پیغمبر اسلام کی ایذا رسانی اور اسلام لانے والوں کو طرح طرح کے جور وستم اور ظلم وتشدد کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ مشرکین نے یہ قرارداد طے کرکے اسے عملی جامہ پہنانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ مشرکین نے ابولہب کی سربراہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر ظلم وجور کا آغاز کردیا۔ بعثت سے پہلے ابولہب نے اپنے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کی شادی نبی کی دو صاحبزادیوں رقیہ رضی اللہ عنہا اور کلثوم رضی اللہ عنہا سے کی تھی لیکن بعثت کے بعد اس نے نہایت سختی سے اور درشتی سے ان دونوں کو طلاق دلوادی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے عبداللہ کے انتقال پر ابولہب بہت خوش ہوئے۔ ابولہب کے علاوہ حکم بن العاص بن امیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء ثقفی، ابن الاصداء ھذلی وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے اور ان میں سے حکم بن العاص کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو کوئی شخص بکری کی بچہ دانی اس طرح تاک کر پھینکتا کہ وہ ٹھیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر گرتی۔ چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھے ہانڈی میں جا گرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گندگی کو لکڑی پر اٹھا کر باہر ڈالتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہوکر ایک گھروندا بنا لیا تاکہ نماز پڑھتے ہوئے ان سے بچ سکیں۔ عقبہ بن ابی معیط اپنی بدبختی اور خباثت میں اور بڑھا ہوا تھا۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے، دائیں بائیں قریش کے کچھ لوگ موجود تھے، اتنی دیر میں عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لے آیا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر ڈال دیا، جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر نہ اٹھا سکے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو وہ جلدی سے آئیں اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اتار کر دور پھینکا اور یہ گندی حرکت کرنے والے کو بد دعائیں دینے لگیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا اے اللہ! قریش کے ان سرداروں کی پکڑ فرما۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سب کو دیکھا کہ یہ غزوہ بدر کے موقع پر مارے گئے اور انہیں گھسیٹ کر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا، سوائے امیہ کے جس کے اعضاء کٹ چکے تھے، اسے کنوئیں میں نہیں ڈالا گیا۔" (احمد بن حنبل، امام، مسند امام احمد بن حنبل، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ج2، ص3722)

امیہ بن خلف کا وتیرہ تھا کہ وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو لعن طعن کرتا۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

"وَیلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ۔" (الھُمَزَۃ104:1)

ترجمہ: "ہر لعن طعن اور برائیاں کرنے والے کے لئے تباہی ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی حمایت و طاقت حاصل تھی اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ کاروائیاں ہو رہی تھیں۔ رہی وہ کاروائیاں جو مسلمانوں اور خصوصاً ان میں سے بھی کمزور افراد کی ایذا رسانی کے لئے کی جارہی تھیں تو وہ کچھ زیادہ ہی سنگین اور تلخ تھیں۔

سفر طائف:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے طائف گئے لیکن وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے انتقال کے بعد قریش مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے ظلم کرنے کا موقع ملا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہوکر اخیر شوال ۱۰ نبوی میں زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے ساتھ طائف کا قصد فرمایا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کریں اور اس کے دین کے حامی اور مددگار بن جائیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف پہنچے تو بنی ثقیف کے ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے جو ان دنوں بنی ثقیف کے سردار اور ان میں سربرآوردہ آدمی تھے اور وہ تین بھائی تھے۔ عبد یالیل بن عمرو بن عمیر، مسعود بن عمرو بن عمیر اور حبیب بن عمرو بن عمیر کے پاس تشریف لے گئے کہ ان لوگوں کا رویہ نہایت نامناسب اور معاندانہ تھا۔ ابن اسحاق محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ: "ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ کعبۃ اللہ کا

غلاف ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور دوسرے نے کہا کہ رسول بنا کر بھیجنے کے لئے اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور نہیں ملا؟ اور تیسرے نے کہا کہ واللہ! میں تجھ سے کبھی گفتگو نہیں کروں گا، اگر جیسا کہ تو کہتا ہے حقیقت میں تو اللہ کی طرف سے تو اس لحاظ سے بڑا اخطرناک شخص ہے کہ تجھ سے بات کرنے اور تیرا جواب دینے میں خطرہ ہے اور اگر تو اللہ پر افتراء کر رہا ہے تو بھی مجھے لازم ہے کہ تجھ سے بات نہ کروں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِذْفَعَلْتُمْ مَافَعَلْتُمْ فَاکْتُمُوْا عَنِّیجبکه'' تم نے (ایسا جواب ادا کیا) جو کیا (جو تمہیں زیبا نہ تھا تو خیر) مجھ سے (جو کچھ سنا ہے اس کو) راز میں رکھو۔'' (محمد بن اسحاق بن یسار، عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبی ابن ہشام، المیزان، لاہور، 2010ء، ج1، ص374)

رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بنی ثقیف کی بھلائی سے مایوس ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ آپ کے متعلق آپ کی قوم کو ایسی خبریں پہنچیں کہ جن سے ان لوگوں میں نفرت و برگشتگی پیدا ہو۔ ان تینوں نے اس گفتگو کو راز میں نہیں رکھا بلکہ دس دن بعد جب آپ ﷺ نے واپسی کا قصد کیا تو انہوں نے اپنے بیوقوفوں اور غلاموں کو ابھارا۔ اوباش گالیاں دیتے، تالیاں پیٹتے اور شور مچاتے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے، اور دیکھتے دیکھتے اتنی بھیڑ جمع ہوگئی کہ آپ ﷺ کے راستے کے دونوں جانب لائن لگ گئی۔ گالیوں اور بدزبانیوں کے ساتھ ساتھ ظالموں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے ایڑی پر اتنے زخم آئے کہ دونوں جوتے خون میں تربتر ہو گئے۔ جب آپ ﷺ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ بدنصیب آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لئے کھڑا کر دیتے اور ہنستے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے جس سے ان کے سر میں کئی جگہ چوٹ آئی۔ بدمعاشوں نے یہ سلسلہ برابر جاری رکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ جب آپ ﷺ نے یہاں پر پناہ لی تو لوگوں کی یہ بھیڑ واپس چلی گئی۔ آپ ﷺ باغ کے ایک درخت کے سائے میں دم لینے کے لئے بیٹھ گئے اور یہ دعا مانگی جو دعائے مستضعفین کے نام سے مشہور ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِلَیکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیلَتِیْ وَھَوَ انِی عَلَی النَّاسِ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِی؟ اِلٰی بَعِیدٍ یَتَجَھَّمُنِی؟ اَمْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِی؟ اِنْ لَّمْ یَکُنْ بِکَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ وَلٰکِنَّ عَافِیَتَکَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِی غَضَبَکَ اَوْیَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔'' (ایضاً، ص375)

ترجمہ: ''یا اللہ! میں اپنی کمزوری، بے تدبیری اور لوگوں میں اپنی ذلت کی شکایت تجھ ہی سے کرتا ہوں۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! تو کمزوروں کو ترقی پر پہنچانے والا ہے اور تو میری بھی پرورش کرنے والا ہے تو مجھے کس کے حوالے کررہا ہے؟ (کیا) ایسے دور والے کے جو میرے ساتھ ترش روئی سے پیش آتا ہے؟ یا ایسے دشمن کے جس کو میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غصہ نہیں ہے تو پھر میں کوئی پرواہ نہیں کرتا مگر تیرا احسان میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے دنیا و آخرت کا معاملہ درست ہوگیا، اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا مجھ پر تیری خفگی ہو (مجھے) تیری ہی رضامندی کی طلب ہے حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے اور تیرے سوا کسی میں نہ کوئی ضرر دور کرنے کی قوت ہے اور نہ نفع حاصل کرنے کی۔''

اس دعا کے ایک ایک فقرے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ طائف میں اس بدسلوکی سے دو چار ہونے کے بعد اور کسی ایک شخص کے بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ ﷺ کس قدر دل فگار اور غمگین تھے۔ اور آپ ﷺ کے احساسات پر حزن والم اور غم وافسوس کا کس قدر غلبہ تھا۔ اتنے ظلم کے باوجود آپ نے ان کے لئے بددعا نہیں کی۔ حالانکہ مظلوم اور مسافر کی دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے لیکن آپ ﷺ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ مظلوم بھی تھے، مسافر بھی تھے، غریب بھی تھے۔

موسم حج میں قریش کا آنحضور ﷺ کے لئے مشکلات پیدا کرنا:

آپ ﷺ نے موسم حج میں موقع پا کر

مختلف قبائل کو دعوت اسلام دی۔ قریش کو معلوم تھا کہ اب عرب کے قبائل اور وفود کی آمد شروع ہو گی اس لئے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہیں کہ اہل عرب کے دلوں پر آپ ﷺ کی دعوت کا اثر نہ ہو سکے۔ ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کے چند لوگ جمع ہوئے، کسی نے شاعر، کسی نے دیوانہ، کسی نے کاہن، کسی نے جنون اور کسی نے جادوگر کہا، یہ ساری باتیں ولید نے منسوخ کر کے کہا: ''واللہ اس کی بات میں ایک قسم کی شیرینی ہے اور اس کی جڑیں بہت شاخوں والی یا زیادہ پانی والی ہیں یا زمین سے چمٹی ہوئی مستحکم ہیں اور اس کی شاخیں پھلوں والی ہیں۔ تم ان تمام باتوں میں سے جو کہو گے اس کا جھوٹ ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ ہاں اس کے متعلق صحت سے قریب تر بات یہ ہے کہ تم اس کے متعلق کہو کہ وہ جادوگر ہے وہ اپنا ایک جادو بھرا کلام لے کر آیا ہے جس کے ذریعے باپ بیٹے بھائی بھائی میاں بیوی اور فرد خاندان اور خاندان کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔'' (ایضاً، ص235)

اس کے بعد سب کے سب اسی بات پر متفق ہو کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جب حج کے زمانے میں لوگ آنے لگے تو یہ لوگ ان لوگوں کے راستوں میں بیٹھ جاتے اور جو شخص ان کے پاس سے گزرتا تو وہ اس کو آپ ﷺ کے خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے متعلق تفصیلات بتانے لگے۔ قریش کی مخالفت اور کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس حج سے اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو ان کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ آپ ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور یوں پورے دیار عرب میں آپ ﷺ کا چرچا پھیل گیا۔ اس طرح دعوتِ اسلام کی زبردست تشہیر ہو گئی۔ اتنے بڑے پیمانے پر لوگوں نے اسلام کو جان لیا، جن کو بتانا اس وقت رسول اللہ ﷺ کے لئے ممکن نہ تھا۔ مکہ کے سردار اگرچہ دعوتِ اسلام کی مخالفت میں بولتے تھے، مگر انسان کی یہ نفسیات ہیں کہ جس چیز کی مخالفت کی جائے اس کے بارے میں تجسس پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلام کو جاننے کے لئے ان کے اندر مزید اشتیاق بڑھ گیا۔

ہجرتِ مدینہ:

دعوت و تبلیغ کی وجہ سے قریش مکہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔ آخر وہ دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے اور آپ ﷺ کے قتل (نعوذ باللہ) کا فیصلہ کیا۔ اسی رات آپ ﷺ کو ہجرت کا اذن ملا۔ آپ ﷺ اپنے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر آئے اور اللہ کا حکم بتایا۔ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ سے روانہ ہو کر غار ثور گئے۔ (یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ (مولانا عبدالقیوم، گلدستہ تفاسیر، ج3، ص143) ظالموں نے یہ اعلان کیا کہ جس نے بھی آپ ﷺ کو پایا، اس شخص کے لئے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

کفار نے انعام کے حصول کے لئے ہر جگہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ غار ثور کے منہ تک بھی پہنچ گئے۔ اللہ کی مدد ساتھ تھی، اللہ نے ظالموں سے دونوں کی حفاظت فرمائی۔ تین دن بعد آپ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور ان کا غلام، اور راہبر عبداللہ بن اریقط نے مدینہ کی طرف سفر شروع کیا۔ یہ سفر ہجرت بہت مشکل تھا کیوں کہ کفار مکہ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم، جس نے انعام کی لالچ میں آپ ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ جب سراقہ نے ایک شخص سے یہ بات سنی کہ فلاں طرف صبح ایک چھوٹا قافلہ جا رہا تھا۔ تو سراقہ نے انعام کی لالچ میں ان کا پیچھا کیا۔ راستے میں سراقہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ اس نے فال دیکھی لیکن اس میں نقصان تھا۔ لیکن لالچ کی وجہ سے پھر روانہ ہو گیا۔ پھر گر گیا تین دفعہ گرا اور فال دیکھتا رہا، ہر بار فال ٹھیک نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار معافی کا خواستگار ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے امان نامہ لکھ کر دے دیا۔ آنحضرت ﷺ کے حسن سلوک کی وجہ سے اس کا رجحان اسلام کی طرف ہو گیا۔ اس کے دل میں آپ ﷺ کی عظمت پیدا ہو گئی۔ (نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کے مشابہ ہے۔ جس طرح قارون موسیٰؑ کی دعا سے زمین میں دھنسا اسی طرح آنحضرت ﷺ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنسا۔ راستے میں ڈھونڈنے والوں کو دیکھتا تو کہتا کہ اس جانب کچھ بھی نہیں ہے میں دیکھ آیا) حنین و طائف کے جنگوں کے موقع پر مقام جعرانہ میں سراقہ آپ ﷺ سے ملے اور اسلام قبول کیا۔

(جاری ہے)

برکت کیا ہوتی ہے؟

مولانا محمد ثناء الرحمٰن

جب دو مسلمان بھائی آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ“ یعنی ”آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو“، اسی طرح نماز میں درود ابراہیمی میں ہم دعا کرتے ہیں ”اے اللہ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر۔“ شادی پر مبارک دیتے ہوئے ہم کہتے ہیں: ”بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَ بَارَکَ عَلَیْکُمَا وَ جَمَعَ بِالْخَیْرِ۔“

”اللہ پاک تم دونوں میاں بیوی کے لئے یہ نکاح باعث برکت بنائے اور تم پر ہمیشہ برکت برسائے رکھے۔“

جب کھانا کھاتے ہیں تو پڑھتے بھی ہیں اور بچوں کو پڑھاتے بھی ہیں: ”بِسْمِ اللّٰہِ وَبَرَکَۃِ اللّٰہ“ ”اللہ کے نام اور اس کی برکت سے کھانا شروع کرتا ہوں“ اسی طرح مختلف دعاؤں اور مواقع میں برکت کا تذکرہ آتا رہتا ہے۔

یہ برکت کیا ہے؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ اس برکت کی حقیقت کیا ہے؟ اس برکت کی اہمیت و افادیت ہماری عملی زندگی کے اعتبار سے کس قدر بنتی ہے؟ ایک انسان کی روزمرہ کی زندگی میں یہ کیا کردار ادا کرسکتی ہے؟ یہ سوچنے اور غوروفکر کی بات ہے۔

برکت کے اصل معنی استحکام، ہمیشگی اور پختگی کے ہیں اور یہ خیر کثیر کا دوسرا نام ہے۔ برکت اللہ کا فضل ہے، اللہ کا عطیہ ہے جو انسان کو مادی اسباب سے ماورا عطا کیا جاتا ہے۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ! کسی کی عمر میں برکت ڈال دیتے ہیں تو اس کو اطاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے دیتے ہیں یا اس میں بہت سی بھلائیاں جمع کردیتے ہیں،

جب اللہ پاک! صحت میں برکت ڈال دیتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی کو پائیدار صحت عطا فرمادی جاتی ہے۔

جب اللہ رب العزت! مال میں برکت ڈالتے ہیں تو بعض دفعہ اس مال کو ہی بڑھا کر زیادہ کردیتے ہیں اور بعض دفعہ قلیل مال سے ہی اس کی تمام ضروریات کی کفایت فرمادیتے ہیں اور اس برکت کا ایک اثر یہ بھی نظر آتا ہے کہ صاحب مال کو خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔

جب حق جل مجدہٗ! اولاد میں برکت ڈالتے ہیں تو اولاد کو نیک بنادیتے ہیں اور صاحب اولاد کو اولاد کا حسن سلوک، حسن سیرت نصیب کرتے ہیں اور اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنادیتے ہیں۔

جب اللہ پاک! میاں بیوی کے معاملے میں برکت عطا فرماتے ہیں تو ان کو ایک دوسرے کے لئے سکون کا ذریعہ بنادیتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ! آدمی کے کام میں برکت عطا فرماتے ہیں تو اس کے اثرات کو وسعت پذیر کرکے اس کے فوائد زیادہ کردیتے ہیں کہ ایک آدمی کئی کئی آدمیوں کے کام کررہا ہوتا ہے جن کا نفع سینکڑوں لوگوں کو مل رہا ہوتا ہے۔

اس لئے اللہ رب العزت سے برکت کا سوال کرتے رہنا چاہیے برکت کو طلب کرتے رہنا چاہیے کیونکہ جس طرح کھانے کا مزا نمک سے ہے اسی طرح زندگی کا مزا اور سکون بھی برکت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں حصول برکت کی طرف بہت توجہ دلائی گئی ہے اور بہت ساری دعاؤں میں برکت کو مانگا گیا ہے۔

برکت اٹھ گئی، برکت نہیں رہی، برکت چلی گئی یہ وہ جملے ہیں جو عموماً لوگوں کی زبان پر ہوتے ہیں لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟ کیوں برکت اٹھ گئی؟ اس کی طرف توجہ کم جاتی ہے۔

علمائے کرام نے بے برکتی کے بہت سے اسباب بیان کئے ہیں۔

مثلاً رات دیر تک جاگتے رہنے اور صبح کو دیر سے بیدار ہونے کی خراب عادت اب ہماری طرز زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکی ہے ہم کبھی یہ جاننے کی زحمت بھی نہیں کرتے کہ یہ بری عادت ہمیں کیا نقصان پہنچا رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ”اے اللہ! میری امت کیلئے صبح کے وقت میں برکت ڈال دیجئے“

(سنن دارمی) جس گھر میں رات دیر تک جاگنے اور صبح دیر سے اٹھنے کا رواج پیدا ہو جائے تو وہاں رزق کی تنگی اور بے برکتی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اگر بالفرض کسی مجبوری مثلاً ملازمت وغیرہ کی وجہ سے جلدی نہیں سو سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کر لیں کہ رات کو جس وقت بھی سوئیں لیکن صبح سویرے ضرور کچھ دیر بیدار ہو کر نماز کی ادائیگی اور معمولات پورے کریں پھر چاہیں دوبارہ کچھ دیر سو جائیں۔

اس کے علاوہ نمازوں میں غفلت و سستی برتنا، گناہوں کی کثرت، جھوٹ اور فریب کی عادت، نیک اعمال میں کمی، کھانا کھاتے وقت بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا، دسترخوان پر گرے ہوئے کھانے وغیرہ کے ذرے اٹھا کر نہ کھانا، ماں باپ کے لئے دعائے خیر نہ کرنا، سنتوں کی بے توقیری کرنا یعنی نہ خود سنت پر عمل کرنا اور نہ دوسرے کو سنت پر عمل کرنے دینا بلکہ استہزاء کا سا انداز اختیار کرنا وغیرہ۔

یہ سب بے برکتی کے اسباب ہیں ان سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی نافرمانی ہماری زندگیوں سے برکت اور سکون کو ختم کر دیتی ہے۔

اگر ہماری خواہش ہے کہ ہماری زندگی میں، ہمارے مال میں، ہمارے وقت میں، ہماری صحت میں، ہماری اولاد میں، ہمارے گھر بار میں، برکت ہو تو سنتوں کے مطابق زندگی گزاریں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر کریں ان شاء اللہ! اس کی برکت سے ہماری زندگیاں بابرکت بن جائیں گی۔ اللہ پاک محض اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو بابرکت زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین) ☆☆

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، سکھر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے زیر انتظام سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۳؍جنوری ۲۰۲۵ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب مرکزی جامع مسجد بندر روڈ سکھر میں طے ہوئی۔ کانفرنس کے اشتہار اور پینا فلیکس سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر کی سرپرستی میں لگائے گئے۔ الحمدللہ! تین چار دنوں کے اندر پورے شہر کی مساجد و مدارس کے اندر بہت احسن طریقے سے اشتہارات لگا دیئے گئے۔ اسی طرح پینا فلیکس رکشوں کے پیچھے، چوکوں اور چوراہوں پر لگائے گئے۔ 100 سے زیادہ مساجد کے اندر کانفرنس کا اعلان مولانا محمد انس اور محمد عزیر نے ہر ایک خطیب تک پہنچایا۔ مولانا توصیف احمد جالندھری نے باغ رسول پرانا سکھر مسجد میں، مولانا مفتی محمد راشد مدنی حمادی ٹنڈو آدم نے مدنی مسجد شاہی بازار میں، مولانا محمد حسین ناصر نے معصوم شاہ منارہ مسجد میں جمعہ کا بیان کیا اور بھرپور طریقے سے ختم نبوت کانفرنس کی دعوت دی۔ دفتر کے اندر مولانا مفتی محمد محکم دین مہر، مولانا عبدالرؤف، محمد مبشر حسین، مولانا محمد انس، محمد عزیر گجر اور دیگر ساتھیوں نے باہر سے آنے والے قافلوں کا بھرپور طریقے سے اکرام کیا۔ بعد نماز مغرب امیر محترم حضرت مولانا قاری جمیل احمد بندھانی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا عبداللطیف اشرفی، مولانا توصیف احمد جالندھری کے بیانات ہوئے۔ بعد نماز عشاء کانفرنس کی دوسری نشست کا آغاز ہوا، ہدیہ نعت محترم جناب نعمت اللہ سولنگی نے پیش کیا، حضرت مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی پیر شریف والوں کا بیان ہوا۔ حضرت مولانا سائیں عبدالقیوم ہالیجوی نائب امیر مرکزیہ جمعیت علماء اسلام اور حضرت مولانا سائیں غلام اللہ ہالیجوی کا بیان ہوا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر نے کانفرنس میں آنے والے علماء کرام، احباب، انتظامیہ اور جماعتی ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مختصر بیان کیا، مولانا مفتی محمد راشد مدنی حمادی نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات پر تفصیلی بیان کیا۔ آخری بیان حضرت مولانا حافظ حمد اللہ صاحب نے فرمایا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں عقیدہ ختم نبوت اور دینی مدارس کی خدمات پر تفصیلی گفتگو کی، اسٹیج پر کثیر تعداد میں علماء کرام اور شہری حضرات موجود تھے اسٹیج سیکریٹری کے فرائض حضرت مولانا توصیف احمد جالندھری نے سرانجام دیئے، کانفرنس کا اختتام درگاہ عالیہ راشدیہ ہالیجوی شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا سائیں عبدالقادر ہالیجوی کی دعا پر ہوا، کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لیے حضرت مولانا قاری جمیل احمد بندھانی، حضرت مولانا عبداللطیف اشرفی، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا مفتی محکم دین مہر اور ختم نبوت کی ٹیم نے بھرپور محنت کی۔ اللہ پاک تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسئلہ فلسطین

ماضی، حال اور مستقبل

گزشتہ سے پیوستہ

مولوی محمد احمد بن حافظ عبدالمالک

القدس کو یہودیانے کی مختلف شکلیں:

یہودیوں نے تاریخی اور مقدس شہر ”القدس“ کی اسلامی شناخت مٹانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، القدس کی وقف شدہ اراضی اور ملکیت والی اراضی کو ہر ممکن طریقے سے حاصل کرنے کی کوششیں جاری ہیں، عمارتوں کو خرید کر اور اسلامی عمارتوں کو منہدم کر کے اس بات کی منظم کوششیں جاری ہیں کہ اصلی اور قانونی مالکوں کے ہاتھ سے یہ زمینیں نکل جائیں۔ بیت المقدس کے مشرق میں جہاں مسجد اقصیٰ واقع ہے، دو لاکھ یہودی مہاجرین آباد کئے گئے ہیں۔ اصل باشندوں سے ان کا ریکارڈ چھین کر ان پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس عائد کر کے ان کو نکلنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ مسئلہ قدس کو بات چیت کی میز پر لاکر مسلسل طول دیا جارہا ہے تاکہ تب تک وہاں کی جغرافیائی، دینی صورت حال اور آثار و آبادی کے تناسب کو غیر محسوس انداز سے تبدیل کر دیا جائے۔ القدس سے ان تمام اسلامی اداروں اور تنظیموں کو نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے، جن کی خدمت سے وہاں مقابلہ کرنے والے فلسطینی مسلمان مرد و خواتین فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ ۲۵ صیہونی شدت پسند تنظیمیں ایسی ہیں جو مسلسل اس مقصد کے لئے کام کر رہی ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے۔

تحریک آزادئ فلسطین میں حماس کا کردار:

حماس ”حرکۃ المقاویۃ الاسلامیہ“ کا مخفف ہے، جس کی بنیاد ۱۵/دسمبر ۱۹۸۷ء کو شیخ احمد یاسین شہید نے دیگر قائدین کے ساتھ ڈالی، شیخ احمد یاسین کی قیادت میں حماس نے سرد خانے میں پڑے ہوئے مسئلہ فلسطین کو ایک بار پھر دنیا کا حل طلب مسئلہ بنایا، عالمی امن کے ٹھیکیداروں کے ضمیر کو جھنجوڑا اور واضح کیا کہ فلسطین فلسطینیوں کا قانونی و شرعی حق ہے جو بین الاقوامی قانون اور عالمی سطح پر تسلیم شدہ ہے۔ تنظیم کے بانی شیخ احمد یاسین شہید کو غاصب اسرائیل نے ایک ڈرون میزائل حملے میں ۲۲/ مارچ ۲۰۰۴ء کو نماز فجر ادا کر کے گھر واپس آتے ہوئے شہید کر دیا۔ ان کے بعد قیادت کی ذمہ داری شیخ عبدالعزیز رنتیسی نے سنبھالی لیکن اسرائیل نے ان کو بھی ۱۷/اپریل ۲۰۰۴ء کو شہید کر دیا، بعدازاں شیخ اسماعیل ہانیہ غزہ پٹی میں فلسطین کے وزیر اعظم کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے تھے کہ انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔ اس طرح حماس کے کئی قائدین یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

اخباری اطلاعات کے مطابق غزہ جنگ میں اب تک بچوں سمیت ۴۶ ہزار فلسطین شہید اور ایک لاکھ دس ہزار زخمی ہو چکے ہیں۔

حماس روز اول سے ہی غاصب اسرائیلی دشمن کے سامنے سینہ سپر ہے، حماس اب ایک نمائندہ تنظیم اور مسئلہ فلسطین کا عنوان بن چکی ہے جو فلسطین میں اسلام کے نظریاتی تشخص کی حقیقی نمائندگی کرتی ہے۔

حماس نے طوفان الاقصیٰ کے عنوان سے ۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو غزہ سے متصل اسرائیلی علاقوں کو حملے کا نشانہ بنایا، جس میں نوے سے زائد کو یرغمال بنالیا گیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حماس نے اقدامی حملہ کیوں کیا؟ اور اس اقدام کے مقاصد کیا ہیں؟ تو ظاہری صورتِ حال کے پیش نظر انہوں نے تین اہداف حاصل کئے۔ ایک یہ کہ مسلم ممالک کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے مذاکرات کو روک دیا، اگر یہ اقدام نہ ہوتا تو صورتِ حال مختلف ہوتی اور اہلِ پاکستان کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کرنے اور ان سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کا موقف بھی ظاہر ہے، جو بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے فرمایا تھا: ”اسرائیل ایک ناجائز ریاست ہے اور یہ مسلمانوں کے دل میں خنجر گھونپنے والی

بات ہے، جسے ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔‘‘

حماس نے دوسرا ہدف یہ حاصل کیا کہ کہا جاتا تھا کہ: ’’اسرائیل ناقابلِ تسخیر قوت ہے اور اس کا دفاعی نظام مضبوط ہے تو حماس نے بہادری کا مظاہرہ کرکے ان کے ناقابلِ تسخیر ہونے کے تصور کو پاش پاش کردیا، ہم اس اقدام کو اس پیرائے میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ یہ جنگ آزادی اور فلسطین کو صیہونیوں کے قبضے سے چھڑانے کی جنگ ہے۔

حماس نے اقدام کرکے تیسرا ہدف یہ حاصل کیا کہ ایک بڑی شخصیت نے یہ کہہ دیا تھا یہ دو گروہوں کی جنگ ہے تو حماس نے یہ ظاہر کردیا کہ یہ صرف فلسطین اور اسرائیل کی جنگ نہیں بلکہ جکارتہ، استنبول، لاہور، قاہرہ، لندن اور واشنگٹن کی جنگ ہے، یہ صرف مسئلہ فلسطین نہیں بلکہ کفر و ایمان کی جنگ ہے۔

ہماری غفلت:

دشمنانِ اسلام قدم قدم پر اپنی نسل نو کو تلواروں کی جھنکار سنا کر تربیت دیتے ہیں، ان کے تعلیمی نصاب میں ایسے اسباق شامل ہیں، جن سے ان کی نظریاتی تربیت کی جاتی ہے، ایسے میں ہمارے نصابی کتب میں جہاد کی محض تعریف پر اکتفا کرنا اور ہر وقت اسلام کے پُرامن ہونے کا راگ الاپنا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے تصادم کے ساتھ یقیناً مستقبل میں مضر ثابت ہوگا۔

سوشل میڈیا کا استعمال:

اس میں کوئی شک نہیں کہ پرنٹ اور الیکٹرونک سوشل میڈیا ابلاغ کا ایک بہت اہم پلیٹ فارم ہے اور ہمارے پاس کافی وسائل بھی ہیں، لیکن بنیاد ان صیہونیوں کے پاس ہونے کی وجہ سے حقائق کو مسخ کیا جارہا ہے اور حقائق پسند تمام صحافیوں اور یوٹیوبرز کو سائڈ لائن کیا جارہا ہے، جس سے عصر حاضر کے لوگ تو کورے ہوں گے ہی، ساتھ یہ بھی خدا نہ کرے کہ مستقبل میں ایک غلط تاریخ مرتب ہوجائے اور آنے والی نسلوں کے مجرم ہم ٹھہریں گے۔

دوسری بات... امیدیں:

نصوصِ قرآن، احادیث طیبہ، تاریخی حقائق پر نظر ڈالنے سے پھر کافی حد تک امید بھی بندھ جاتی ہے اور مذکورہ بالا خدشات اپنی جگہ قوی تر ہونے کے باوجود ان دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکتے نظر آتے ہیں، کیونکہ ’’یاقوم ادخلوا الارض المقدسة‘‘ کے الٰہی فرمان کے بعد ان کی بدقماشیوں کی وجہ سے ضربت علیہ کا دائمی فیصلہ کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ قرآن و حدیث میں صراحتاً اس کی بشارتیں مذکور ہیں کہ فلسطین بالآخر ہمارا ہے۔

اسرائیل کے زوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

’’وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِيْ إِسْرَائِيلَ فِيْ الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِيْ الأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوّاً كَبِيراً O فَإِذَا جَاء وَعْدُ أُولاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَاداً لَّنَا أُوْلِيْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُواْ خِلاَلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْداً مَّفْعُولاًO ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيْراًO إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاء وَعْدُ الآخِرَةِ لِيَسُوؤُواْ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُواْ الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُواْ مَا عَلَوْاْ تَتْبِيراً O‘‘ (بنی اسرائیل: ۴ تا ۷)

ترجمہ: ’’ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ تم روئے زمین پر دو مرتبہ بڑا فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے، آخر کار جب ان میں پہلی مرتبہ کے وعدے کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تو ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے مسلط کئے جو علاقوں میں گھستے چلے گئے اور یہ وعدہ تھا جو پورا ہو کر رہتا تھا، پھر ہم تمہیں ان پر پلٹنے کا موقع دیں گے اور مال، اولاد کی خوب ریل پیل کریں گے اور تمہاری تعداد بڑھا دیں گے، پھر اگر تم اچھا رویہ اختیار کرو گے تو خود اپنے لئے کرو گے اور بدی کا رویہ اختیار کرو گے تو اس کا نتیجہ بھگتو گے، پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آئے گا کہ جب تمہارے دشمن تمہارے چہرے بگاڑ دیں گے اور مسجد میں داخل ہوں گے، جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے اور تمہارا سارا اقتدار تباہ کریں گے۔‘‘

اسی طرح ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ مسلسل دمشق کے دروازوں پر اور اس کے آس پاس اور بیت المقدس کے دروازوں پر اور اس کے آس پاس جہاد کرتا رہے گا ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، قیامت برپا ہونے تک وہ غالب رہیں گے۔

اور دستور الٰہی ہے کہ شب کے بعد دن کا آنا اٹل اصول ہے، سو ظلمت کی شب پوری ہونے کو ہے اور سطوت و غلبۂ اسلام کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔

تیسری بات...ہماری ذمہ داریاں:

چونکہ خدشات اسباب اور حالات کے تناظر میں ہیں اور امیدیں اصولی قانون سے وابستہ ہیں، ایسے میں ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسباب کے درجے میں ان خدشات کا ازالہ کرے تاکہ ہم مادیت کے پجاری بننے کے بجائے قرآن و حدیث کے ہم نوا بن سکیں، اس بابت دوطرح سے ہمارے اوپر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں: (۱)من حیث الذات: میں کیا کر سکتا ہوں؟

☆...فلسطینی مسلمانوں کی جان و مال کے ذریعے نصرت و مدد کرنے کی سچی نیت اور ہر وقت اس کا استحضار رکھا جائے۔

☆...روزانہ قبولیت دعا کے اوقات میں خاص طور پر مسجد اقصیٰ اور اہلِ فلسطین کے لئے دعا کا اہتمام کیا جائے۔

☆...اسرائیل اور اس کے ہم نواؤں کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں، اس لئے کہ بائیکاٹ نہ کرنے کی صورت میں ہم اہلِ فلسطین کا خون کرنے اور اسرائیل کو مضبوط کرنے میں معاون بنتے رہیں گے۔

(۲)من حیث المسلم: ہم بحیثیت مسلم امہ اجتماعی حیثیت سے کیا کر سکتے ہیں؟ اس حوالے سے تین دائرے ہیں:

☆...پہلا دائرہ: یہ ہے کہ مسلم حکمران رسم پوری کرنے کے لئے ہی کہیں اکٹھے ہوجائیں۔ عرب لیگ اور اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) والے مل بیٹھیں، تھوڑی دیر مراقبہ کر کے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "فاستفت قلبک" پر عمل کرتے ہوئے اپنے دل سے پوچھیں اور پھر باہمی مشورہ کر کے فلسطینی بھائیوں کے لئے مسئلے کا حل نکالیں۔

☆...دوسرا دائرہ: عوامی بیداری کا ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس مسئلے پر دنیا بھر میں آواز بلند ہو رہی ہے اس سلسلے کو اور زیادہ منظم کرنے کی اور مزید پھیلانے کی ضرورت ہے، جتنی زیادہ آواز بلند ہوگی اتنا ہی فلسطینی مسئلہ کو تقویت ملے گی اور حماس کا حوصلہ بڑھے گا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کریں اور انہیں حوصلہ دلائیں۔

☆...تیسرا دائرہ: اپنے مظلوم بھائیوں، بہنوں اور بچوں تک امداد پہنچانے کا ہے، ہماری حکمرانوں سے درخواست ہے کہ حکومتی سطح پر فلسطینی بھائیوں، مظلوم بہنوں اور بچوں تک امداد پہنچانے کا بندوبست کریں، ہم عوام کو چاہئے کہ جو بھی قابلِ اعتماد ذرائع ہوں ان کے ذریعے فلسطینی مسلمانوں کی جتنی بھی مدد کر سکیں ہمیں کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔☆☆

محمد اکرمؒ کی رحلت

راقم کے والد محترم کے بڑے بھائی حافظ رحیم بخشؒ تھے۔ اللہ پاک نے انہیں چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ بڑے بیٹے کا نام صوفی عبدالرحمٰن تھا۔ ہمارے بہاولنگر مجلس کے مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی انہیں کے فرزند ارجمند ہیں۔ دوسرے بیٹے کا نام عبدالحق رکھا، جو پرائمری اسکول سے ٹیچر ریٹائر ہوئے، راقم نے غالباً چوتھی کلاس انہیں سے پڑھی۔ ان کے ایک بیٹے مولانا اعجاز احمد حافظ، قاری، عالم دین ہیں۔ تیسرے بیٹے حاجی کرم حسین تھے، ان کے بھی تین بیٹے ہیں تینوں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، چوتھے بیٹے ماسٹر منظور احمد ہیں۔ اللہ پاک نے انہیں نرینہ اولاد سے سرفراز فرمایا۔ ایک بیٹی بھی ہے، ان کے بھی ایک بیٹے مولانا محمد شاہد حافظ، قاری اور عالم دین ہیں۔ تایا جان کی بیٹی راقم کے بڑے بھائی مرحوم مولانا خادم اللہؒ کی بیوہ ہیں۔ برادر محترم کا گزشتہ سال ۲رمئی کو ۲۰۲۳ء کو انتقال ہوا۔ برادر محترم کو بھی اللہ پاک نے نرینہ اولاد سے سرفراز فرمایا، انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو حافظ، قاری بنایا۔ شاید ایک آدھ حافظ نہ بن سکا۔ برادر محترم کے بڑے بیٹے مولانا ثناء اللہ سعد ہیں، علمی وادبی ذوق رکھتے ہیں اور کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ برادرم ماسٹر منظور احمد کے ایک فرزند ارجمند محمد اسلم دو تین سال قبل انتقال فرما گئے۔ مرحوم ہمارے مولانا محمد قاسم رحمانی کے برادر نسبتی تھے۔ ماسٹر صاحب کے دوسرے بڑے بیٹے محمد اکرم جو پچاس سال کراس کر چکے تھے۔ ۲۷رنومبر ۲۰۲۴ء کو صبح کی نماز پڑھی، ناشتہ کیا، بچوں کو اسکول چھوڑا، اچانک دل کا دورہ پڑا، آناً فاناً چھلانگ لگا کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگئے، پسماندگان میں پانچ بیٹیاں، ایک بیٹا، بیوہ، بھائی اور بوڑھے والد سوگوار چھوڑے۔

عزیزم محمد اکرم ۱۹۸۰ء کی دھائی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے دفتر قدیم میں راقم کے ساتھ خدمت میں مصروف رہے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، ان کی نماز جنازہ راقم کی اقتداء میں ۲۸رنومبر ۲۰۲۴ء کو صبح آٹھ بجے ادا کی گئی اور انہیں بواپور کے قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کیا گیا۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ وعافہ وبرد مضجعہ۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

فتنوں کے زمانہ میں

ایمان کی اہمیت!

دوسری قسط

مولانا حفظ الرحمٰن خان دہلوی

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی تھی:

”وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔“ (بقرہ:۱۳۲)

ترجمہ: ”اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم (علیہ السلام) اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب (علیہ السلام) بھی، میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام) کو تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے سوتم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔“

اسی طرح انسان کی فطرت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوئی دینی یا دنیاوی وجاہت دی ہے اور ہمارے خاندان کو یا ہمارے ادارہ کو کوئی امتیاز بخشا ہے اس کا تسلسل ہمارے ہاں باقی رہے، لیکن اصل جو تسلسل ہے وہ ایمانی اور اعتقادی تسلسل ہے جسے باقی رکھنا ضروری ہے، اس تسلسل کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور وصیتوں کے ضمن میں کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنی نسل کو ذمہ دار بنایا اور ان کی تعلیم و تربیت کی تاکہ یہ تسلسل ان میں باقی رہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

”رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ۔“

ترجمہ: ”اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجیے۔“

”وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً۔“

ترجمہ: ”اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (پیدا) کیجیے جو آپ کی مطیع ہو۔“

یعنی ہماری آئندہ نسل کو بھی اپنا فرمابردار اور اپنے آگے جھکنے والا بنا دے کہ تیری فرماں برداری کے سامنے کسی کی پرواہ نہ کرے۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ خود پیغمبرزادہ ہیں اوران کے دادا اور چچا بھی پیغمبر ہیں، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام گویا انبیاء کرام کے گھرانہ سے تعلق ہے اس کے باوجود آخری وقت میں ان پر اپنی اولاد اور اپنی نسل کے لیے جو فکر زیادہ غالب تھی جس چیز نے انہیں بے چین کیا ہوا تھا وہ ایمان کی فکر تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کے وقت سے جس تسلسل کے ساتھ ایمان ہمارے خاندان میں چلا آ رہا ہے وہ برقرار رہے، اسی لیے وہ اپنے آخری وقت میں اپنے بچوں کو جمع کرتے ہیں، بچے کوئی معمولی بچے نہیں بلکہ ان کی رگوں میں ایک نبی کا نہیں بلکہ وقت کے جلیل القدر چار نبیوں کا خون شامل ہے، ان سے عہد اور وعدہ لیتے ہیں کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ جب سب نے اس چیز کا اقرار کیا کہ ہم مسلمان رہیں گے اور اس ایمانی تسلسل کو برقرار رکھیں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے، تب جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو اطمینان حاصل ہوا اور ان کی پریشانی ختم ہوئی، اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے:

”اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔“ (البقرۃ:۱۳۳)

ترجمہ: ”کیا تم خود (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب (علیہ السلام) کا آخری وقت آیا (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے (مرنے کے) بعد کس چیز کی پرستش کرو گے انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرات) ابراہیم و اسماعیل و اسحاق پرستش کرتے آئے ہیں، یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے اور ہم اس کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔“

ویسے تو ہر پیغمبر کو ہی اپنی امت کے ساتھ ایک خاص قسم کا محبت و شفقت کا تعلق ہوتا ہے

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے ساتھ جس طرح کی شفقت اور محبت کا تعلق تھا یہ تعلق اپنی مثال آپ تھا، اور سب پیغمبروں سے بڑھ کر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ آپ کی امت کے تمام افراد ایمان لے کر آجائیں اور جہنم کے عذاب سے بچ جائیں کیونکہ یہی اصل کامیابی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے:

''فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔'' (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ:''جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا۔''

اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خواہش یہ تھی ہے کہ آپ کی اُمت حق کو قبول کرے، اس خواہش کی وجہ سے بہت زیادہ غمگین رہتے ہیں، اس کیفیت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف جگہ کیا ہے، جیسا کہ سورۃ الکہف میں مذکور ہے:

''فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا۔'' (الکہف:۶)

ترجمہ:''اور آپ جوان پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے غم سے اپنی جان دے دیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاک کر دے)۔''

اسی طرح کی ایک آیت سورۃ الشعراء میں بھی مذکور ہے:''لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔'' (الشعراء:۳)

ترجمہ:''شاید آپ اپنی جان کھو دیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کی وجہ سے اور آپ کی صحبت اور محنت کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل میں ایمان کی بڑی قدر و منزلت تھی، اسی وجہ سے انہوں نے اپنے ایمان کے تحفظ کے لیے ہر طرح کی قربانی دی، ہر قسم کی آزمائش برداشت کی لیکن اپنے ایمان کا تحفظ کیا، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت اور اس کی قدر و منزلت کو برقرار رکھنے کے لیے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کریں۔

(۲) اہل حق علماء اور صلحاء کی صحبت اور ان کی مجالس میں شرکت:

ایمان کی حفاظت اور اعمال صالحہ کی پابندی اور اخلاق کی درستگی کے لیے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے، کیونکہ انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے خیالات و حالات سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور دوسروں کا اثر قبول کرتا ہے، اسی وجہ سے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی دین اسلام میں بہت تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ایمان والوں کو اس بات کا حکم دیا کہ سچوں کی صحبت اختیار کرو:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔''

ترجمہ:''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

نیک لوگوں کی صحبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان ان کے احترام اور حیاء کی وجہ سے بہت سے گناہوں سے بچا رہتا ہے، بلکہ اہل اللہ کی صحبت حفاظت ایمان کا بھی ذریعہ ہے، اس حوالے سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صحبت اولیاء اللہ میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا، خواہ گناہ اور فسق و فجور سبھی کچھ اس سے وقوع میں آئیں، لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے، مردودیت کی نوبت نہیں آتی، برخلاف اس کے ہزاروں برس کی عبادت میں بھی بذاتہٖ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی مردودیت سے محفوظ رہے۔''

(حسن العزیز بحوالہ فضائل ایمان)

عوام کے ساتھ اہل علم کے لیے بھی اہل حق علماء کی صحبت ضروری ہے، ان کی صحبت کے بغیر اہل علم کے اندر علم کی گہرائی، عمل کی پختگی، خدا خوفی، فکر آخرت، اخلاقی بلندی اور شرعی ذمہ داریوں کا احساس پیدا نہیں ہوتا، بلکہ فتنہ میں پڑنے کا شدید خطرہ رہتا ہے، آج کل کے بہت سے نام نہاد مفکرین اور اسلامی اسکالر جنہیں اعدائے اسلام اور گمراہ لوگوں کی شاگردی میں رہنا نصیب ہوا، جس کے نتیجہ میں وہ ان کی زبان بولتے ہیں اور ان کے ذہن سے سوچتے ہیں، اور کے اندر اعدائے اسلام کی محبت بسی ہوئی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے اندر سے قبول حق کی توفیق سلب ہو گئی ہے، ان کا وجود امت کے لیے سراپا فتنہ بنا ہوا ہے۔

صحبت کی اہمیت کے حوالے سے محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک گراں قدر تحریر کا کچھ حصہ باوجود طویل ہونے کے کچھ ترمیم کے ساتھ پیشِ خدمت ہے:

’’دنیا میں ہر کمال کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ صاحب کمال کی خدمت میں رہ کروہ حاصل کیا جائے، بغیر استاذ کے نری عقل و ذہانت سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہر صنعت وحرفت کے لیے ابتداء عقل کی رہنمائی کے لیے کسی استاذ کی حاجت یقینی ہے۔ جب انسانی عقل کے پیدا کردہ فنون وعلوم کے حاصل کرنے کے لیے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علوم نبوت اور معارفِ انبیاء کے لیے استاذ ورہنما سے کیسے استغناء ہوسکتا ہے؟ کیونکہ یہ علوم و معارف تو عقل و ادراک کے دائرے سے بالاتر ہیں۔ پھر ان ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اس کی عملی صحبت کو دخل ہوتا ہے اور تعلیم سے زیادہ ذہنی و فکری اور عملی تربیت ضروری ہے، اس لیے جتنی طویل صحبت ہوگی زیادہ کمال نصیب ہوگا اور مربی ورہنما جتنا باکمال ہوگا اتنا زیادہ فائدہ اور کمال حاصل ہوگا۔ پھر ان علومِ نبوت کی غرض وغایت چونکہ ہدایت و ارشاد اور مخلوقِ خدا کی رہنمائی ہے، اس لیے ان کے سمجھنے میں شیطان لعین کی عداوت و اضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں کبر وعجب ہے، ریا کاری وحبّ شہرت ہے، حبّ جاہ کا مرض ہے اور ایسے شدید وقوی امراض ہیں کہ مدتوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے ان کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لیے نفس وشیطان کے اثرات سے بچنے کے لیے مدتوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

دنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں‘ سب اذکیاء اور طباع حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے اور علمی دور میں اکثر فتنے علم کے راستے سے آئے ہیں، بلکہ علماء حق میں بھی بہت سے اذکیاء زمانہ اپنی شدت ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے شذوذ اختیار کرکے غلط افکار ونظریات کا شکار ہوگئے اور وہاں زیادہ تر یہی حقیقت کارفرما رہی کہ اپنے تجبر و ذکاوت پر اعتماد کرکے علمی کبر اور اعجاب بالرأے کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ زیادہ صحبت نہیں ملی اور کہاں سے کہاں نکل گئے۔‘‘

(ماہنامہ بینات ربیع الثانی 1436ھ، فروری 2015ء)

غیر صحبت یافتہ علماء فتنوں کا سبب بنتے ہیں، اس حوالے سے حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’تجربہ سے ثابت ہے دنیا میں جتنے مذہبی فتنے پھیلے ہیں یہ زیادہ تر ان علماء سے پھیلتے ہیں جو صحبت یافتہ نہیں ہوتے، فقط قرآن وحدیث کے الفاظ ان کے سامنے ہوتے ہیں اسلاف کا وہ رنگ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا جو بزرگوں میں ہوا کرتا تھا، اس لیے ان سے فتنہ زیادہ پھیلتا ہے۔ جو عالم زیادہ صحبت یافتہ ہوگا، زیادہ دیانت قائم کیے ہوئے ہوگا اس سے فتنہ نہیں پھیلے گا، اکثر فتنہ پرداز وہ لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس علم تو ہوتا ہے مگر صحبت صالح میسر نہیں ہوتی، اخلاق درست نہیں ہوتے۔ اخلاق کے اندر پختگی نہیں ہوتی، ان کے کلمات سے زیادہ تر بے ادبی اور گستاخی کا فتنہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔‘‘

(خطبات حکیم الاسلام، جلد ۱۲ص ۱۷۶)

اس لیے اہل اللہ کی صحبت سے عوام اور اہل علم کو اپنے آپ کو مستغنی نہیں سمجھنا چاہیے، ان کی مجالس اور دروس میں کثرت سے جاتے رہنا چاہیے تاکہ ایمان اور اعمال کی حفاظت رہے اور نیکی کا جذبہ برقرار رہے اور برائیوں سے بچا رہے۔

(۴) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری اور برائیوں سے بچنا:

ایمان کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کی کامل پیروی کی جائے اور خلاف شرع امور سے اپنے آپ کو بچایا جائے، کیوں کہ نیکی اور برائی کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے اور دل کی خرابی کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث آتا ہے:

’’أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ‘‘

(صحیح بخاری)

ترجمہ: ’’خبردار! بلاشبہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ ٹکڑا صالح رہتا ہے تو تمام بدن میں صالحیت رہتی ہے اور جب اس میں فساد پیدا ہوتا ہے تو پورے جسم کا نظام بگڑ جاتا ہے، خبردار! اور وہ ٹکڑا دل ہے‘‘

جتنی نیک اعمال کی کثرت ہوگی ایمان میں اسی قدر مضبوطی ہوگی اور برائیاں جتنی زیادہ ہوں گی ایمان میں اسی حساب سے کمزوری ہوگی، آج ہم لوگ اچھی باتیں پڑھتے ہیں، سنتے ہیں لیکن ہمارے دلوں پر ان کا اثر نہیں ہوتا اس کی اصل وجہ گناہوں کی کثرت ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں انسانوں کے دلوں کی

اس کیفیت کو بیان کیا ہے:

’’كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔‘‘

ترجمہ:’’ہر گز نہیں بلکہ ان کے (برے) کاموں سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔‘‘

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر اس نے توبہ کرلی اور اس پر نادم ہو کر آگے اپنے عمل کو درست کرلیا تو یہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور دل اپنی اصلی حالت پر منور ہو جاتا ہے اور اگر اس نے توبہ نہ کی بلکہ اپنے گناہوں میں زیادتی کرتا چلا گیا تو یہ سیاہی اس کے سارے قلب پر چھا جاتی ہے اسی کا نام ران ہے جو آیت قرآن ’’بل ران علی قلوبھم‘‘ میں مذکور ہے۔(معارف القرآن)

اس لیے ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ، فرائض و واجبات اور سنن ونوافل کا اہتمام کرنا چاہیے، کسی نیکی کو ہلکا اور کسی برائی کو کم نہ سمجھیں، تا کہ اس پرفتن دور میں ایمان محفوظ رہے۔

(۴) تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار اور دعاؤں کا اہتمام:

ایمان کی بقا اور فتنوں سے حفاظت کے لیے روزانہ قرآن کریم کی اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے روز سورۃ الکھف کی تلاوت کا معمول اور صبح شام کے مسنون اذکار، موقع محل کی دعائیں اور ان دعاؤں کے مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے جس میں ایمان و یقین کی حفاظت اور کفر و ارتداد اور فتنوں سے پناہ مانگی گئی ہے، یہاں کچھ دعائیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔’’اللّٰهُمَّ أَعْطِنِي إِيمَانًا صَادِقًا وَيَقِينًا لَيس بعدَهُ كُفر۔‘‘

ترجمہ:’’اے اللہ! مجھے ایسا سچا ایمان اور یقین عطا فرمایئے جس کے بعد کفر (وارتداد) نہ ہو!‘‘

۲۔ ’’اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الكُفْرِ۔‘‘

ترجمہ:’’اے اللہ! میں کفر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔‘‘

۳۔’’يَا مُقَلِّبَ القلوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰي دِيْنِكَ۔‘‘

ترجمہ:’’اے دلوں کو الٹنے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جما دیجیے۔‘‘

۴۔’’رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ‘‘

ترجمہ:’’اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت، تو ہی ہے سب کچھ دینے والا۔‘‘

۵۔’’اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔‘‘

ترجمہ:’’اے اللہ حق بات کی طرف ہماری رہنمائی فرما اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔‘‘

۶۔’’بِسْمِ اللهِ عَلَى دِيْنِي وَنَفْسِي وَ وَلَدِي وأَهْلِي وَمَالِي۔‘‘

ترجمہ:’’اللہ کے نام کی حفاظت مانگتا ہوں اپنے دین وجان اور اولاد کے لیے اور اپنے گھر والوں اور مال کے لیے۔

۷۔’’اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ، اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِي، وَأَجِرْنِي مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا أَحْيَيْتَنَا۔‘‘

ترجمہ:’’اے اللہ، اے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب! میرے گناہوں کو معاف فرما، میرے دل کے غصے کو دور فرما اور جب تک زندگی عطاء فرما ہر گمراہ کن فتنے سے حفاظت فرما۔

۹۔’’اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُوْنٍ۔‘‘

ترجمہ:’’اے اللہ! میں آپ سے نیکیوں کی درخواست کرتا ہوں، گناہوں سے بچنے کی دعا کرتا ہوں اور مساکین کی محبت مانگتا ہوں اور یہ کہ تو میرے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما اور یہ کہ جب آپ اپنے بندوں کو کسی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہیں تو مجھے اس آزمائش میں مبتلا کئے بغیر ہی اپنی طرف اٹھالیں۔‘‘

(۵) فضائل و عقائد اور فتنوں کے متعلق کتابوں کا مطالعہ اور ان کی تعلیم:

دین اسلام میں عقائد کی بڑی اہمیت ہے اور آخرت کی نجات عقیدہ کی درستگی پر موقوف ہے، اس اہمیت کی وجہ سے نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کا حکم دیا گیا ہے تا کہ ابتداء سے ہی بچہ کو عقیدۂ توحید و رسالت کی تلقین ہو جائے اور جب بچہ

بولنا شروع کرے تو پہلی بات جو اسے سکھائی جائے وہ عقیدہ توحید پر مشتمل کلمہ ہو جیسا کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق یہ تعلیمات دی ہیں کہ: ’’جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو ’’لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ‘‘ سکھاؤ، جب اس کے اندر کچھ سمجھ بوجھ پیدا ہو تو اس کلمہ کا مطلب اور معنیٰ سکھایا جائے، یہ کلمہ اسلام کے تمام عقائد کو شامل ہے، گویا جو شخص اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے، اس کے لیے ہر اس بات پر دل وجان سے ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول نے بتلائی ہیں، آج کل بہت سے مسلمان اپنے بچوں کو دینی تعلیم اور اسلامی عقائد نہیں سکھاتے بلکہ خود بھی ان سے ناواقف ہوتے ہیں، اس ناواقفیت کی وجہ سے بسا اوقات اسلامی عقائد کا انکار کر کے اسلام کے دائرہ سے نکل جاتے ہیں، اس لیے عقائد پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ اور تعلیم ضروری ہے کہ اس سے عقائد کی درستگی رہتی ہے۔

فضائل کی کتابوں کی تعلیم ومطالعہ سے اچھے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور نہ کرنے پر وعیدیں سامنے آتی ہیں، برے اعمال کا انجام، دنیا کی حقیقت، موت کے بعد کے مراحل، قبر اور آخرت، جنت، جہنم کے احوال سامنے آتے ہیں، جس کی وجہ سے نیک اعمال کرنے کا شوق اور برے اعمال سے بچنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

فتنوں کے متعلق احادیث میں کتاب الفتن ایک مستقل عنوان ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں سے متعلق اپنی امت کی رہنمائی کی ہے اور ان سے بچنے کے بارے میں ہدایات دی ہیں کہ ان سے کیسے بچا جائے؟ ان کے مطالعہ سے فتنوں سے آگاہی حاصل ہوتی اور اس سے بچنے کے لیے جو تدابیر بتلائی گئی ہیں وہ بھی سامنے آجاتی ہیں، اس حوالے سے دو کتابوں کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

(۱) دورِ حاضر کے فتنے اور ان کا علاج (محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ)۔

(۲) حدیث نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے (شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ، تخریج وتشریح: مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی)۔

اس کے ساتھ آج کل جو گمراہ فرقے مسلمانوں کا ایمان خراب کر رہے ہیں، الحاد اور تشکیک پیدا کر رہے ہیں ان کے بارے میں علماء کرام نے جو کتابیں لکھی ہیں، ان کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ گھروں میں اس طرح کی کتابوں کا مطالعہ اور تعلیم سے ایمان کی پختگی اور فتنوں سے حفاظت اور دین کی سمجھ اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(۶) ایمان کی حفاظت اور فتنوں سے بچنے کے متعلق بزرگوں کی نصیحتوں پر عمل کیا جائے:

یہاں ایک نصیحت ذکر کی جاتی ہے زمانہ فتن کے متعلق جسے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کو شیخ محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ نے کی تھی، جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے:

’’وإني أرجوكم مراعاة قول جدكم: كُنْ في الفتنةِ كابنِ اللَّبون؛ لا ضرعٌ فيحلَب، ولا ظهرٌ فيركَب.‘‘

(رسائل الامام محمد زاہد الکوثری إلی العلامۃ محمد یوسف البنوری رحمہما اللہ تعالیٰ)

ترجمہ: ’’مجھے امید ہے کہ آپ اپنے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے اس فرمان کو ملحوظ رکھیں گے: ’’فتنے (کے زمانے) میں اس دو سالہ اونٹ کی مانند ہو جاؤ جو دودھ دے سکے نہ سواری کے قابل ہو۔‘‘

یعنی ان فتنوں سے بچنے کی اس حد تک کوشش کیجیے کہ فتنہ پرور لوگ آپ کو کسی طرح استعمال نہ کر سکیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہر طرح کے فتنوں سے بچائے، آمین یا رب العالمین، بجاہِ سید المرسلین! ☆☆

انتقال پُرملال

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے مسترشد اور عقیدت مند، جناب نوید ’’فرشتہ بھائی‘‘ کے بیٹے محمد یوسف ۱۹؍جنوری ۲۰۲۵ء کو انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون! ان کی نمازِ جنازہ اسی روز بعد نماز عصر قباء مسجد بلاک این نارتھ ناظم آباد میں حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ دامت برکاتہم (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی) کی امامت میں ادا کی گئی۔ قارئین سے مرحوم کے لیے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

قادیانیوں کے پھیلائے دو مغالطوں کا جائزہ

بیان:... حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد: قادیانی ہر دور میں مغالطوں سے کام لیتے آئے ہیں، مغالطہ دینا ان کا خاص فن ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی پیشگوئی فرمائی تھی کہ میری امت میں تیس اور ایک روایت کے مطابق ستر لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ اور ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کے دو وصف بیان کیے ”دجالون کذابون“ کہ وہ دجل اور فریب سے کام لیں گے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات آج سے چودہ سو سال پہلے فرما دی تھی۔ اس لیے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ جھوٹی نبوت کا کاروبار چلتا ہی اس طرح ہے کہ اس کا ایک پہیہ دجل ہوتا ہے اور دوسرا پہیہ جھوٹ ہوتا ہے۔ قادیانی شروع سے ہی مغالطوں سے اپنا کام چلاتے آ رہے ہیں اور آج بھی دو مغالطے عام طور پر دنیا بھر میں اور پاکستان میں دیے جا رہے ہیں۔

(۱) ایک مغالطہ قادیانی حضرات یہ دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جو دعویٰ کیا تھا وہ مستقل نبی ہونے کا نہیں تھا بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں امتی اور تابعدار نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باغی ہو کر ان کے مقابلے میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ تابعداری میں حضور کے امتی کی حیثیت سے نبوت کی بات کی ہے، اس لیے کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔

یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے اور لوگ بیچارے مغالطے کے شکار ہو جاتے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اسی طرح کے امتی اور تابع نبی ہونے کا دعویٰ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسیلمہ کذاب نے بھی کیا تھا۔ مسیلمہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور حضور کے مقابلے پر نہیں آپ کی تابعداری میں امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ میں کچھ باتیں اس پر دلیل کے طور پر عرض کروں گا۔

اس کی سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب جب لوگوں سے اپنی نبوت کی بات کرتا تھا تو پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرواتا تھا اور بعد میں اپنی نبوت کا اقرار کرواتا تھا۔ روایات میں مذکور ہے کہ اس کے کلمہ میں پہلے ”محمد رسول اللہ“ تھا، اس کے بعد ”مسیلمۃ رسول اللہ“ تھا (نعوذ باللہ)۔ احادیث کے ذخیرے میں یہ روایت موجود ہے کہ اس کی اذان بھی اسی ترتیب سے تھی کہ اس میں پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہوتا تھا، اس کے بعد اس کی اپنی رسالت کی بات ہوتی تھی۔

اور مسیلمہ کذاب نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خط لکھا تھا، اس کا عنوان بھی یہ تھا ”من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ“ بخاری شریف میں مسیلمہ کذاب کا وہ خط موجود ہے، اس نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اپنے خط میں یہ کہا تھا: ”انی اشرکت معک فی الامر“ کہ مجھے آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہے۔ یعنی میں مستقل نبی نہیں ہوں بلکہ آپ کا شریک نبی ہوں۔ ”ولکن قریشا قوما یعتدون“ لیکن قریشی بڑے ضدی لوگ ہیں، دوسرے کا حق تسلیم نہیں کیا کرتے، اپنی اجارہ داری قائم رکھتے ہیں، لیکن میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک ہوں، آپ کا مقابل نہیں ہوں۔

مسیلمہ کذاب کی پیشکش بھی یہی تھی۔ وہ ایک موقع پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں خود بھی آیا تھا، ون ٹو ون ملاقات ہوئی، مکالمہ ہوا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی باتوں کا جواب دیا۔ اس کی پیشکش یہ تھی کہ ایسا کریں کہ دو باتوں میں سے ایک بات طے کر دیں: (۱) اپنے بعد مجھے

اپنا جانشین نامزد کردیں۔ یہ لکھ دیں کہ جب تک آپ حیات ہیں آپ نبی ہیں، آپ دنیا سے چلے جائیں گے تو میں آپ کا جانشین ہوں گا، تو مجھے کوئی اشکال نہیں ہے۔(۲) اور اگر یہ بات منظور نہیں ہے تو تقسیم کردیں ''لنا وبر ولک مدر'' پکی اینٹیں آپ کی، کچی اینٹیں میری۔ یعنی شہروں کے نبی آپ اور دیہات کا نبی میں۔ الغرض پیشکش اس کی یہی تھی کہ میں آپ کو مانتا ہوں اور آپ کا جانشین بننا چاہتا ہوں، آپ کے ساتھ کارِ نبوت میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔

حتیٰ کہ ختم نبوت کے پہلے شہید حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کو مسیلمہ نے قتل کیا، ان سے جب اقرار کروایا تو اس کی ترتیب بھی یہی تھی۔ حضرت حبیب بن زیدؓ کو مسیلمہ کے سامنے ایک مجرم کے طور پر پیش کیا گیا تو مسیلمہ نے پوچھا ''اتشھد ان محمدا رسول اللّٰہ؟'' کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں؟ انہوں نے فرمایا ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد مسیلمہ نے پوچھا ''اتشھد انی رسول اللّٰہ؟'' میرے بارے میں بھی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس صحابی رسول نے بڑا عجیب جواب دیا۔ سادہ سا سوال تھا تو سادہ سا جواب بھی ہوسکتا تھا۔

سوال یہ تھا کہ کیا مجھے بھی اللہ کا رسول مانتے ہو؟ تو سادہ سا جواب یہ تھا کہ نہیں مانتا۔ لیکن اتنے سے جواب سے اس نوجوان صحابی کے جذبات کی تسکین نہیں ہورہی تھی، اس لیے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ جواب نہیں دیا، بلکہ جواب میں فرمایا: ''ان فی اذنی صمما عن سماع ما تقول'' محاورے کا ترجمہ یہ ہے کہ میرے کان یہ بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے کے بعد کسی اور کی رسالت کی بات بھی ہوسکتی ہے۔ اس پر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔

یہ سارے شواہد اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مستقل نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ آپ کو رسول اللہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کی پیروی میں خود کو شریک اور معاون نبی کے طور پر پیش کیا تھا۔ اور مسیلمہ کا دعویٰ یہی تھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابعدار، امتی، جانشین، ماتحت اور شریک نبی ہے۔ مسیلمہ کا دعویٰ بھی یہی تھا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ بھی یہی تھا۔

اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں یہ دعویٰ تسلیم نہیں کیا اور سنتِ رسول یہی ہے کہ مدعی نبوت خواہ کیسا ہی ہو، امتی نبی کے نام سے آئے یا مستقل نبی کے نام سے آئے، نبی اور رسول کا عنوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں کیا تو اس کے بعد بھی کسی اور کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں احادیث ہیں، ان میں سے صرف ایک اور حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا مسئلہ بڑا حساس معاملہ ہے۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے میں کس قدر حساس تھے اور آپ کے اپنے احساسات وجذبات کیا تھے، اس پر ایک واقعہ عرض کروں گا۔ آپ حضرات اس حوالہ سے اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ کرلیں کہ کہیں تھوڑا سا اشتباہ بھی اگر ہوا، کہیں ابہام پیدا ہونے کا کوئی امکان ظاہر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً وہاں وضاحت کی۔

بخاری شریف سمیت حدیث کی تقریباً ساری کتابوں میں یہ واقعہ ہے کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے جارہے تھے تو ایک مہینہ جانے کا سفر، ایک مہینہ واپسی کا سفر۔ اور پتہ نہیں وہاں کتنا وقت گزرنا تھا۔ چونکہ لمبا سفر تھا تو مدینہ منورہ کے انتظامات کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں عمومی طور پر اپنا نائب حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا، جبکہ خاندانی مسائل کے لیے حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے پیچھے چھوڑا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ نہیں جائیں گے بلکہ یہاں رہیں گے۔ حضرت علیؓ کو کوئی کہے کہ آپ میدان جنگ میں نہیں جائیں گے، گھر میں رہیں گے، تو یہ بات ہضم ہونے والی نہیں تھی کہ وہ تو آدمی ہی میدان کے تھے، حیدر کرار ہیں۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پریشان ہوئے کہ عرب کی حدود سے باہر یہ پہلا معرکہ ہے اور میں اس میں شریک نہیں ہوں گا۔ عرض کیا

یارسول اللہ! مجھے آپ چھوڑ کر جا رہے ہیں، میں گھر میں رہوں گا، جہاد میں نہیں جاؤں گا؟ نبی اکرم نے فرمایا کہ ہاں تم گھر میں رہو گے، جہاد میں نہیں جاؤ گے۔ حضرت علیؓ نے بے چینی سے عرض کیا یارسول اللہ! خود آپ جہاد پر جا رہے ہیں اور مجھے بچوں میں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی حکمت تھی کہ پیچھے سارے معاملات کو نمٹانے کے لیے کوئی ذمہ دار آدمی ہونا چاہیے۔ حضرت علیؓ بار بار بے چینی اور اضطراب کا اظہار کر رہے تھے تو حضرت علیؓ کی بے چینی دیکھ کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دینے کے لیے یہ الفاظ فرمائے: ”اما ترضی أن تکون منی بمنزلة هارون من موسی“ علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرا اور تیرا وہی تعلق ہو جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تھا؟ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جاتے تھے تو پیچھے اپنا قائم مقام ہارون علیہ السلام کو بنا کر جاتے تھے اور میں تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ حضرت علیؓ یہ سن کر خاموش ہو گئے کہ یہ بڑے اعزاز اور بڑے فخر کی بات ہے، لیکن ساتھ ہی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جملہ بھی فرمایا۔

دیکھیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حساسیت کی بات کر رہا ہوں، یہ مسئلہ اس قدر حساس ہے کہ ذرا سا وہم ذہن میں پیدا ہو سکتا تھا کیونکہ حضرت ہارون تو نبی تھے، تو حضور نے فوراً ساتھ ہی فرما دیا ”الا انه لیس نبی بعدی“ لیکن میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ اس سے عقیدہ ختم نبوت کی حساسیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام پیغمبر تھے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دے رہے ہیں، تو اس سے کسی درجے میں دل میں جو وہم آ سکتا ہے اس کو بھی حضور نے گوارا نہیں کیا اور فوراً شبہ دور کرنے کے لیے ساتھ ہی وضاحت فرما دی کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں آئے گا۔

پہلی بات میں نے یہ عرض کی ہے کہ قادیانی عام طور پر یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے تو امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، کون سی قیامت آ گئی تھی؟ تو میں عرض کیا کرتا ہوں کہ مسیلمہ کذاب نے بھی اسی قسم کا دعویٰ کیا تھا لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خلافت، نہ جانشینی، نہ دیہات کا نبی، نہ تابع نبی، نہ شریک نبی، کوئی بات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمائی۔

جب مسیلمہ کذاب مدینہ منورہ آیا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور اس نے یہ پیشکش کی کہ مجھے اپنا جانشین نامزد کر دیں یا دیہات میرے حوالے کر دیں، تو اس پیشکش کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں فرمائیں۔ ایک اصولی جواب تھا اور ایک عملی جواب تھا۔ اصولی بات تو یہ فرمائی کہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی ”ان الارض لله یورثها من یشاء من عباده“ زمین کی وراثت اللہ کی ہے، وہ جسے چاہے دے۔ یعنی زمین تقسیم کرنا اللہ کا کام ہے، جانشین بنانا یا نہ بنانا اللہ کا کام ہے۔ یہ اصولی جواب تھا کہ یہ فیصلے اللہ تعالیٰ نے کرنے ہیں، یہ میرے فیصلے نہیں ہیں۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ تم مجھ سے جانشینی مانگتے ہو، نبوت کی شراکت اور حصہ مانگتے ہو۔ آپ نے زمین سے ایک لکڑی اٹھائی اور فرمایا، یہ خشک لکڑی بھی مجھ سے مانگو گے تو میں تمہیں دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

الغرض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کا لفظ اپنے بعد کسی بھی حوالے سے ہو، اس کو قبول اور برداشت نہیں کیا۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی برداشت نہیں کیا۔ اور جس کسی نے نبی ہونے کی بات کی تو وہ امت کے لیے بھی کسی دور میں قابل قبول نہیں رہا۔

(۲) قادیانیوں کا دوسرا مغالطہ پاکستان کے حوالے سے ہے۔ قادیانی دوسرا مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ پاکستان میں ہمارے حقوق ہمیں نہیں دیے جا رہے، ہمارے مذہبی اور شہری حقوق پامال ہو رہے ہیں اور ہم انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ یہ اتنا بڑا پروپیگنڈا ہے کہ دنیا کے بہت سے ادارے اس سے متاثر ہو کر لٹھ لیے ہمارے پیچھے پھرتے ہیں کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ میں یہ مغالطہ بھی دور کرنا چاہتا ہوں۔

میرا قادیانیوں سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا تم پاکستان کے دستور کو مانتے ہو جسے پوری قوم مانتی ہے؟ قوم کا ہر طبقہ دستور کو مانتا ہے اور اسی کے مطابق ملک چل رہا ہے۔ اگر تم بھی پاکستان کے دستور کو مانتے ہو تو اس کے دائرے میں تمہارے جو حقوق ہیں ہم نے پہلے ان سے کبھی انکار نہیں کیا، آج بھی انکار نہیں ہے، اور کبھی انکار نہیں کریں گے۔ دستور میں دیگر اقلیتوں کا، عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کا جو اسٹیٹس طے ہے، ہم نے کبھی انکار کیا؟ ہمیں اگر ہندوؤں کو حقوق دینے سے انکار نہیں ہے، سکھوں اور عیسائیوں کو حقوق دینے سے انکار نہیں ہے، تو

تمہیں کیوں انکار کریں گے؟

سوال یہ ہے کہ دستور نے اپنے دائرہ کار میں تمہارے جو حقوق طے کیے ہیں، وہ ہم دینے سے انکار کر رہے ہیں؟ یا تم لینے سے انکار کر رہے ہو؟ یہ بات واضح ہونی چاہیے۔ ہم نے تو قادیانیوں کو ۱۹۷۴ء کے فیصلے کے بعد ان کی آبادی کے اعتبار سے دستور کے مطابق قومی اسمبلی کی سیٹ بھی دی تھی اور پنجاب اسمبلی میں سیٹ بھی دی تھی۔ بشیر طاہر صاحب ایم این اے رہے ہیں اور ایک قادیانی پنجاب اسمبلی کا ممبر بھی رہا ہے۔ دستور کے مطابق ان کا جو حق بنتا تھا وہ ہم نے دیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ حقوق کا تعین دستور کے دائرے میں ہوگا اور آبادی کے حساب سے ہوگا۔ اس کو لینے سے انکار قادیانیوں نے کیا ہوا ہے۔ ۱۹۷۴ء کے بعد سے آج تک قادیانیوں نے الیکشن کا بائیکاٹ کر رکھا ہے، ووٹر لسٹوں میں نام لکھوانے سے اور مردم شماری میں خود کو غیر مسلم تسلیم کرنے سے انکار کر رکھا ہے۔ خود قادیانی دستور کے دیے ہوئے اسٹیٹس کو اور اس کے دیے ہوئے حقوق نہیں مانتے تو انکار ان طرف سے ہے، ہماری طرف سے نہیں ہے۔

ایک آدمی ملک میں آ کر رہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دستور کو تو نہیں مانتا لیکن مجھے حقوق دو۔ تو اسے کہا جائے گا کون سے حقوق؟ پہلے دستور کو تسلیم کرو اور دستور نے جو تمہاری جگہ رکھی ہے اس جگہ کو تسلیم کرو۔ یہ قیامت تک نہیں ہوگا کہ تم نہ پارلیمنٹ کا فیصلہ مانو، نہ دستور کا فیصلہ مانو، نہ امت کا فیصلہ مانو، نہ علماء کا فیصلہ مانو، اور نہ عدالت کا فیصلہ مانو، سارے فیصلے ٹھکراتے چلے جاؤ اور پھر جا کر شور مچاؤ کہ ہمیں حقوق نہیں مل رہے۔ جب تم کسی کی بات نہیں مان رہے تو حقوق کون سے دیں؟

ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم غیر مسلم اقلیت کا سٹیٹس قبول نہیں کرتے، ہمیں اکثریت والے حقوق چاہئیں۔ جھگڑا حقوق کا نہیں ہے، جھگڑا ٹائٹل کا ہے۔ بہرحال یہ قادیانیوں کا بہت بڑا فراڈ اور بہت بڑا مغالطہ ہے کہ پاکستان میں ہمارے حقوق غصب ہو رہے ہیں اور اسی مغالطے پر وہ دنیا میں اپنی دکان چمکا رہے ہیں۔ البتہ ہماری کمزوری یہ ہے کہ جہاں جہاں وہ کام کر رہے ہیں، ہم وہاں کام نہیں کر پا رہے۔

میں نے قادیانیوں کے دو بڑے مغالطے ذکر کیے ہیں: ایک مغالطہ مذہبی حوالے سے کہ مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہے، میں نے کہا کہ امتی نبی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھا، اسے حضور نے قبول نہیں کیا تھا۔ اور دوسرا مغالطہ حقوق کے حوالے سے دیتے ہیں، تو ہمیں حقوق دینے سے انکار نہیں ہے۔ دستور کو تسلیم کرو، پارلیمنٹ کے فیصلے کو تسلیم کرو، اس کے بعد جو تمہارے حقوق ہیں کسی ایک حق سے انکار کریں تو ہم مجرم ہیں۔ حقوق دینے سے ہم نے انکار نہیں کیا ہوا بلکہ تم نے لینے سے انکار کیا ہوا ہے۔ تمہاری ضد ہے کہ فیصلہ نہیں مان رہے اور چاہتے ہو کہ تمہیں وہ حقوق دیے جائیں جو اس ملک کی مسلم اکثریت کے ہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔

(روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۲۴؍اکتوبر ۲۰۲۴ء)

اجلاس علمائے کرام، تحفظ ختم نبوت

۲۱؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲؍جنوری ۲۰۲۵ء بروز بدھ بعد نماز عشاء جامعۃ الصالحات و مدرسہ ضیاء العلوم عزیز آباد نمبر ۸، ایف بی ایریا میں علمائے کرام کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں چالیس کے لگ بھگ علمائے کرام، ائمہ مساجد و خطباء اور اساتذہ مدارس شریک ہوئے۔ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے اپنی گفتگو میں شرکائے اجلاس کو تحفظ ختم نبوت کی عالمگیر محنت میں حصہ لینے پر ابھارا اور تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق افراد کے سامنے کام کرنے کا طریق واضح کیا۔ مبلغ ختم نبوت کراچی مولانا عبدالحی مطمئن نے چار نکاتی ایجنڈا پیش کیا: ۱) اپنی مساجد میں ہفتہ وار، ماہانہ یا حسب موقع دروسِ ختم نبوت کا اہتمام کیا جائے۔ ۲) سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر میں اپنے طلبہ کو شرکت کی ترغیب دی جائے اور ان کے سامنے اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا جائے۔ ۳) ماہِ رمضان میں اپنی مساجد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بیت المال کو مضبوط کرنے کے لئے اعلانات کی ترتیب قائم کی جائے۔ ۴) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان ہفت روزہ ختم نبوت اور ماہنامہ لولاک کا اپنے گھروں اور اداروں کے لئے اجرا کرایا جائے۔ شرکائے اجلاس نے تمام نکات سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے اپنے ارادوں کا اظہار کیا، بعض مساجد میں باقاعدہ بیانات کی ترتیب قائم ہوگئی ہے اور کئی حضرات نے رسائل و جرائد کے علاوہ ختم نبوت لٹریچر لینے میں بھی دلچسپی ظاہر کی۔ اس موقع پر فیڈرل بی ایریا کے بعض حلقوں کی کارکردگی بھی سامنے آئی، فلاح مسجد بلاک ۱۴ نصیر آباد اور الاخوان مسجد بلاک ۱۵ دستگیر میں دروسِ ختم نبوت کا تسلسل کافی عرصہ سے بحمد اللہ! برقرار ہے اور مجلس کے ترجمان رسائل و جرائد اور مفت لٹریچر بھی وہاں دستیاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیق میں اضافہ فرمائے اور ہمت مزید عطا فرمائے، آمین!.... (رپورٹ: محمد قاسم، کراچی)

مجموعۂ کُتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

صفحات: تقریباً ۱۰۰۰۰۔ جلدیں: ۱۷۔ کل تعداد مشمولہ کتب: ۱۲۲

کل تعداد مصنفین: ایک سو کے لگ بھگ مشاہیر کے رشحات قلم، کمپوزنگ عمدہ، طباعت معیاری، کاغذ، پیکجز تعلیم، گلیز وسفید سائز ۲۳×۳۶×۱۶ جلد بیروتی طرز، لیمینیشن، پشتہ باجوڑ، طباعت واشاعت کی تمام خوبیوں کا مرقع، دلآویز، دلرباء، دلنشین آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، نظر پڑتے ہی دل موہ لینے والا مجموعہ کتب۔

پون صدی سے جس خزانہ تک رسائی مشکل تھی اب اتنی آسان کہ سبحان اللہ، معلومات کا بحر ذخّار، جس کا مدتوں سے انتظار تھا وہ لمحہ سعادت آن پہنچا، ہزاروں خوشیوں کا سامان کہ منتشر خزانہ یکجا ہوگیا۔

عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلدستہ دیکھنے میں خوشنما، سیٹ رکھنے اٹھانے میں خیر الامور اوسطہا کا مصداق، سیٹ گتہ پیک۔ رعایتی قیمت سیٹ: ساڑھے سات ہزار (۷۵۰۰ روپے) فقط۔ گویا لاگت، اس سے سستا ورعایتی اتنا بڑا کوئی اور سیٹ کہیں سے دستیاب ہونا مشکل بلکہ ناممکن، تجربہ شرط۔

مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

رابطہ کے لیے

جناب عزیز الرحمن رحمانی 03338827001

مولانا عتیق الرحمن سیف 03447121967